عائشہ سحر مرتضیٰ

مکمل ناول

یہ برستی آنکھیں ترستی آنکھیں

یہ برستی آنکھیں ترستی آنکھیں
تمہارے ہی سپنوں کو ہر لمحے

تراشتی ہوئیں
تمہارے آنے کی منتظر رہتی آنکھیں
کبھی آ کر دیکھو تو
ان ہی راہ گزر پر یہ ٹھہری آنکھیں
تمہارے عکس جاں کو کس طرح سے
پس منظر پر سجا کر رکھتی ہیں یہ
جیسے بیتے لمحے سنبھال رکھتی ہیں
یہ برستی آنکھیں اب تک کیوں ہیں

میری جان ترستی آنکھیں
تمہاری آنکھیں
بے موسموں بے جان منظر پر ٹھہری آنکھیں
کیوں کے کیا ان آنکھوں کی تپش پر
کیا تم لوٹ آؤ گے ایام گردش پر
یہ برستی ہوئی بے بس بے نوا آنکھیں
میرے ہمدم یہ میری آنکھیں
تمہارے آنے کی راہ تکتی ہیں یہ
کیوں یہ آنکھیں بہتی رہتی ہیں
دیکھو تو ان آنکھوں میں
اب بھی وہی حدت شدت پوشیدہ ہے
جو میرے اور تمہارے ملن کی اک کڑی تھی
جب میری آنکھیں
تمہاری آنکھوں میں الجھی ہوئی تھیں
میرے ہمدم میرے ہم نوا
ان برستی آنکھوں سے پانی
چھین لو
ان ترستی آنکھوں کی ویرانی چھین لو
یہ برستی آنکھیں اب نہ رکھنا
میری جان ترستی آنکھیں
یہ برستی آنکھیں
ترستی آنکھیں!!

☆☆

وہ کتنی دیر سے سمندر کے دلنشیں اور پرکیف نظاروں میں کھوئی ہوئی تھی۔ سمندر میں بنتی بگڑتی لہریں اس کے وجود میں ہونے والی ہلچل کی واضح ترجمان تھیں۔

یوں لگ رہا تھا کہ وقت دھیرے دھیرے تھمنے لگا ہو اور ٹھنڈی فضاؤں پر سحر دھیرے دھیرے سے بدل رہا ہو۔

محبت کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ کوئی خاص سلسلہ نہیں ہوتا۔ ابتداء کی کوئی بھی کسی طور سے پلاننگ نہیں ہوتی۔ حدود قیود اور پابندیوں کا پتہ نہیں ہوتا۔

یونہی بے ہنگم سے جذبات کے تحت وہ سوچتی چلی جا رہی تھی۔ کتنے ہی پل بیت گئے مگر وجود میں ذرا سی جنبش بھی نہ ہو پائی تھی۔

محبت کو چاہتوں کے بند جزیروں میں مقید ہی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ چاہت سے تو محبت کی محض ابتداء

ہوتی ہے۔ جس کی قید ناممکن ہے اور مشکل بھی۔ یہ ابتداء ہے انسانیت کی اور مقصد ہے تخلیق عشق! اسے کب اور کس وقت ہونا ہے یہ کوئی بھی طے نہیں کر سکتا۔ اس کے وجود کا ارتقاء تو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ محبت اگر وجود کائنات کا مقصد ہے تو ہمیشہ رہے گا۔ پھر یہ کس طرح سے کسی بھی روپ میں موجود کیوں نہ ہو۔ اس کا وجود کسی لمحے بھی تخلیق میں آسکتا ہے۔ یہ تو محبت خود طے کرتی ہے اسے کس سے کس طرح سے ہونا ہے۔ انسان تو بے بس ہے۔

دھیرے دھیرے جذبات انجانے رخ پر بہتے چلے جا رہے تھے۔ تو اشکوں کو انوکھی سی طغیانی مل گئی تھی۔ وہ اشک جو کب سے بہنے کو بے قرار تھے۔ بہتے چلے گئے اور وجود کی تھکان میں اضافے کا باعث بنے تھے۔

برستی ہوئی آنکھوں کا نیا سیلاب امڈنے لگا تھا۔ تو دل و روح میں اضطراب جاگزیں ہوتا چلا گیا۔ دایاں ہاتھ رخسار پر دھرے وہ آنسوؤں کو بہتے محسوس کرنے لگی تھی۔ پھر آنسوؤں کو محسوس کرنے کے بعد وہ خود پر حیران ہی تو رہ گئی کہ وہ کیا سے کیا بن چلی تھی۔ اس جگہ پر آکر رکنا تھا۔ کب پتہ تھا اسے۔ ایک نظر گرد و پیش کے تنہا منظر پر ڈالی۔ وہ کب سے تنہا بیٹھی تھی۔ پاس ہر چیز ہی تنہا اور خاموش تھی۔ جیسے اس کے ساتھ ساتھ ماتم کر رہی ہوں۔ محبت کے وجود میں آنے کا ماتم!

''محبت نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ اپنا وجود کھو جاتا ہے۔ کچھ بھی اپنا نہیں رہتا۔ نہ ہی جذبات احساسات اور نہ ہی وجود۔ اپنی پہچان کھو جاتی ہے اور پھر طغیانیوں' بے بسیوں کا سفر مقدر ٹھہرتا ہے۔ تنہائی کے بادل' بے چینی کے گہرے آبشار' محبت کا سسکتا وجود گم ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ محبت نہیں ہونی چاہیے تھی۔''

وہ یکدم سے چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسکنے لگی۔ یہاں تک کہ بے خودی میں بے خودی کی فضا اس کے گرد ڈیرہ جمانے لگی اور پھر رات کی سرخی پھیلنے کا احساس بھی نہ ہو سکا تھا۔ ماضی کی کئی یادیں دھیرے دھیرے دماغ میں سرسراتی محسوس ہوئیں۔

☆☆

''مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔'' حالانکہ طلحہ بھائی سے اس نے شاپنگ کی فرمائش خود کی تھی۔ وہ تھوڑا سا لیٹ ہوئے تو اریج نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا۔

''آئی ایم سوری گڑیا! ٹریفک میں بری طرح سے پھنس کر رہ گیا تھا۔ او کے چلو سوری کرتا ہوں۔'' وہ اسے منانے والے انداز میں گویا ہوئے مگر اریج ان کے گڑیا کہنے پر بری طرح مچل کر رہ گئی تھی۔ وہ اسے ابھی تک بچی سمجھتے تھے اور بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔

''ڈونٹ کال می گڑیا آئی ایم ناٹ اے بے بی ناؤ۔'' دل کی بات بمشکل ہی سہی زبان پر آ ضرور رکی تھی۔

انہوں نے اس کے اس انداز پر بغور دیکھا۔ غصے میں وہ اور بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔ سرخ و سپید رنگت' متناسب سا سراپا اور فیٹنگ والا خوبصورت سا سوٹ' ساتھ ہی اسٹائلش بالوں کی کٹنگ اس کی شخصیت کو چار چاند لگا رہے تھے مگر اریج آج بھی ان کے لیے وہی چھوٹی سی پیاری اور معصوم سی لڑکی تھی۔ جو وہ بچپن سے دیکھتے آرہے تھے مگر انہوں نے یکدم سے بدلتی اریج کو محسوس ضرور کیا تھا۔ پھر اپنا خام خیال سمجھ کر سارے خیالات جھٹک دیئے۔

''تم آج بھی میرے لیے وہی چھوٹی اور پیاری سی کزن ہو۔ جو طلحہ بھائی کی رٹ لگائے ہوئے مجھ سے

چاکلیٹ کی فرمائش کرتی تھیں۔"

انہوں نے سر جھکائے ہوئے کھڑی اریج کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ انہیں کیا کہتی کہ وہ انہیں بھائی نہیں سمجھتی اپنا مان' اپنی زندگی' اپنا بھروسہ سبھی کچھ ان کے نام کر چکی ہے۔ وہ کیسے کہتی کہ آپ جس لڑکی کو بہت چھوٹا سمجھ کر اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے ہیں وہ کتنی بڑی ہو چکی ہے۔

ویسے بھی یہ عمر دھیرے دھیرے جو انسان کو میچورٹی کی طرف لے جاتی ہے ایک لڑکی خصوصاً تجربات کے مراحل سے گزر کر بہت کچھ سیکھتی چلی جاتی ہے۔ اسے بھی غصہ اس بات پر آتا تھا کہ طلحہ بھائی اسے خصوصاً پروٹوکول صرف اور صرف اس لیے دیتے تھے کہ وہ آج بھی اس میں بچپن کے روپ کی جھلک دیکھتے تھے۔

"ارے طلحہ! آگئے آپ' اریج کب سے آپ کا ویٹ کر رہی تھی' خوب لڑائی ہوئی ہوگی نا۔" روشین نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا دونوں کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔ طلحہ چپ چاپ ناراض سی کھڑی اس لڑکی کی جانب دیکھتے رہے۔

"اسے آج بہت غصہ کیوں آرہا ہے مجھ پر' تم کچھ جانتی ہو روشین؟"

طلحہ نے اس کے کان کے قریب آہستہ سے کہا اور اریج تیزی سے مڑتے ہوئے سیڑھیاں عبور کرتی چلی گئی۔

دونوں ہی اپنی جگہ پر ساکت کھڑے رہ گئے۔ بات کوئی اتنی بڑی تو نہ تھی کہ اسے اس قدر بڑھا چڑھا کر ناراضگی کا مظاہرہ کیا جاتا۔ آج پہلی بار طلحہ کو اس کی یہ بات بری طرح سے کھلی تھی۔ مانا کہ وہ اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ چھوٹی بہن سمجھ کر ہر خواہش پوری کرتا تھا مگر اس قدر بدتمیزی کی توقع ہرگز نہ تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے مجھے اسے منانا چاہیے؟ اب روشین کی جانب متوجہ ہو کر استفسار کیا۔

"ایزیوؤش! ویسے وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔ سب کچھ برداشت کر سکتی ہے مگر آپ کی طرف سے لاپروائی برداشت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ہوں!" دھیرے سے سر جھکاتے ہوئے "ہوں" کہا اور اس ہوں میں بھی بہت سے خیالات پوشیدہ تھے۔

"خالہ کہاں ہیں روشی؟"

"مما' پاپا کے ساتھ پارٹی میں گئی ہیں۔ آپ کھڑے کیوں ہیں بیٹھیے نا۔ میں آپ کے لیے چائے بناتی ہوں۔"

طلحہ جو اس وقت آفس سے سیدھا ہی یہاں آئے تھے۔ تھکان کی وجہ سے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی مگر موڈ آف ہو جانے کی وجہ سے بیٹھنے کو جی ہی نہیں چاہا۔

"میں چلتا ہوں روشی! مما ویٹ کر رہی ہوں گی پھر آؤں گا۔" وہ کہتے ہوئے گاڑی کی چابی اور موبائل وغیرہ میز پر سے اٹھاتے باہر کی طرف بڑھے۔

"اریج نے ایسا کیوں بی ہیو کیا؟"

ایک یہی سوال دماغ کو کچوکے لگائے دے رہا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے مڑ کر گیٹ کی جانب دیکھا اور تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

☆☆

"مما! میں یہ پرپل کلر کی ساڑی پہن لوں؟" بیڈ پر طرح طرح کے ڈریسز بکھرے ہوئے تھے جو کہ مسز ... اریج اور روشین کے لیے لے کر آئی تھیں۔ ان میں سے پرپل کلر کی ساڑھی جو کہ بے حد نفیس تھی اسے ... بے حد پسند آئی۔

... سب تیاریاں طلحہ کی بہن ماریہ کی شادی کے لیے ہو رہی تھیں۔ اس کا کل شاپنگ کرنے کا مقصد بھی ... فنکشنل ڈریس خریدنا تھا جو کہ پورا نہ ہو سکا اس کے بعد سے طلحہ اور اس کے درمیان بات چیت نہ ہو سکی۔ ... کے اندر بے چینیوں کا گہرا سمندر موجزن تھا۔ کئی خیالات جذبات واحساسات روح میں اتر اتر کے بے ... کو دعوت دے رہے تھے۔

"تم ساڑھی پہنو گی مہندی کے فنکشن میں؟ بیٹا! تمہیں کوئی تجربہ بھی نہیں ہے۔ کین یو مینج؟" مما نے اس کے ... قریب آتے ہوئے پیار سے کہا۔

"جی مما! آئی کین مینج!" وہ سر کو پھر سے اٹھا نہیں سکی تھی۔

کیا کہتی وہ تو اس شخص کا دل جیتنا چاہتی تھی۔ وہ تو بس یہ چاہتی تھی کہ طلحہ داد دے سراہے' اس کی تعریف ... وہ اس کے جذبات واحساسات کی آبیاری کرے مگر یہ کس حد تک ممکن تھا اسے اس بات کی بھی کوئی ... نہ تھی۔ وہ تو بس انجان رستوں کی مسافر تھی۔

... اسے تو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ ان راہوں میں کانٹے کس قدر ہیں۔ کس حد تک اسے چلنا ہے۔ کس حد تک ... اسے بدن کو زخمی ہونا ہے۔ محبت کا ہونا تو طے تھا مگر ان رستوں سے الفت کے آگے کی حدیں اسے ... معلوم تھیں۔

مما نے اسے ساڑھی پہننے کی پرمیشن دے دی تو خوشی روح وبدن میں سرائیت کرتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ ... اس شخص کے لیے تیار ہو رہی تھی۔

"وہ اسے سراہے گا۔

وہ اسے دیکھے گا تو شاید نگاہیں ساکت بھی ہو جائیں۔ یہ وجود یہ سراپا سبھی کچھ اسی کا تو تھا۔ وہ ذرا کی دیر ... محبت تو کرتا پھر......!"

... وہ کن سوچوں کی ہمسفر ہوئی تھی۔ روشین نے اس کے چہرے پر بکھرے دھنک رنگ بغور دیکھے ... وہ چاہ کر بھی ان دھنک رنگوں کی چاشنی کا پتا نہ لگا سکی تھی۔

سامنے اریج کمال کھڑی تھی۔ اس کی چھوٹی بہن مگر وہ اب چھوٹی کب رہی تھی۔ یہ وقت بے وقت کی ... نہیں۔ یہ لمحے لمحے میں کھو جانا۔ یہ جنوں خیزی ہنسی جو وہ اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھے وا کرتی ...

"اریج! ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ تیار نہیں ہونا۔" روشین نے ساڑھی کے رنگ میں کھوئی اریج کو کہا۔ وہ ... کر سیدھی ہوئی اور ڈریسنگ روم کی جانب بڑھنے لگی۔ روشین نے اس کیفیت کو محض اریج کی معصومیت ... ہی سمجھا تھا۔

سر جھٹک کر مما کی جانب متوجہ ہوئی جو کہ الماری میں سوٹ ہینگ کر رہی تھیں۔

☆☆

مہندی کا فنکشن "ریاض ہاؤس" میں ہی ارینج کیا گیا تھا۔

کمال صاحب تو بزنس کی ڈھیروں ڈھیر مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکے تھے مگر اریج' روشین اور مما وقت سے پہلے ہی پہنچ گئے۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے پل بھر کو قدم ڈگمگانے ضرور لگے تھے مگر وہ سنبھلی تھی۔ لوگوں کی بے انتہا گیدرنگ اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ چل نہیں پائے گی۔ قدم جم ہو جائیں گے اور وہ...... وہیں کی وہیں بت بنی کھڑی رہ جائے گی۔

طلحہ سے ناراضگی بدستور قائم و دائم تھی۔ وہ نازک سا سراپا بے حد دلکش لگتے ڈھیرے ڈھیرے چلتے آخر کار گیٹ سے اندر داخل ہو ہی گیا۔ آنٹی انہیں دیکھتے ہی ان کی جانب لپکی تھیں۔ مما اور روشین ملنے کے بعد وہ اس سے ملنے کے لیے بڑھیں۔ تو بے ساختہ مسکرا اٹھی تھیں۔

"طاہرہ! ہماری اریج تو بہت بڑی اور پیاری ہوگئی ہے۔ میری جان آج سب سے زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔"

آنٹی نے اس کے گال پر بوسہ دیتے خود سے لگا کر ڈھیروں پیار کر ڈالا تھا۔

وہ خود میں سمٹ کر رہ گئی۔ شرم سے پلکیں جو جھکی تو اٹھ نہ سکیں۔

"طلحہ بھائی کہاں ہیں آنٹی! نظر نہیں آرہے۔" روشین نے ذرا کی ذرا لان میں نگاہ دوڑاتے ہوئے پوچھا۔ پھر آنٹی انہیں لے کر اس جانب چلی آئیں جہاں ماریہ کو مہندی لگانے کا انتظام ہونا تھا۔

"طلحہ کے بزنس پارٹنرز آئے ہوئے ہیں۔ ان کی مسز اور فیملی تو ان کو کمپنی دینے میں مگن ہے تم آؤ ماریہ کب سے تم لوگوں کا پوچھ رہی ہے۔ میں ذرا طاہرہ کے ساتھ گپ شپ لگا لوں۔"

آنٹی مما کا ہاتھ تھامتے ہوئے خواتین کی گیدرنگ کی جانب بڑھ گئیں اور وہ چپ چاپ روشین کے ساتھ ماریہ کی جانب چلی آئی جو کہ ابٹن کے پیلے سوٹ میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ان سے ملنے لگی۔

"بہت جلدی آگئے آپ دونوں! ابھی بھی آنے کی کیا ضرورت تھی۔" ماریہ نے پیار بھرا شکوہ کیا۔

"تم اب ہماری نہیں ان کی فکر کرو وہ نظر آجائیں تو ہمیں بھی بھول جاؤ گی۔" روشین نے مسکرا کر جواب دیا۔

"جی نہیں! ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ تو اپنے ہوں گے نا' تم لوگ تو کبھی کبھی ملا کرو گے۔" وہ اداسی سے سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"اچھا' اچھا بس رہنے دو۔ تم سسرال تو پہنچو روز تمہیں تنگ کرنے آجایا کریں گے۔ پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔"

ان کی گفتگو میں اریج محض چپ چاپ انہیں دیکھتی رہی۔ وہ ابھی تک نظر نہیں آئے تھے جن کی خاطر اریج نے اس قدر اہتمام کر رکھا تھا۔

"وہ سامنے آئے تو زمین و آسمان سا کیوں تھم جانے لگتا ہے۔

اس سے ملاقات کیسے ہوگی؟

ہوگی بھی یا نہیں...... اگر ہوئی تو وہی رہی سا لہجہ' عام سی گفتگو وہ اس کی کیفیت جان کیوں نہیں لیتے۔" وہ اس قدر سوچوں میں گم تھی کہ وہ شخص چلتا ہوا بہت قریب بیٹھ گیا۔ تو بھی اسے خبر نہ ہوئی۔

"ابھی تک ناراض ہو مجھ سے؟" قریب ہی وہ شیریں لہجہ گونجا تو حواس جاں معطر ہوتے چلے گئے۔ وہ چونک کر سر اٹھائے طلحہ کی جانب دیکھنے لگی بے اختیاری میں سر نفی میں ہلتا چلا گیا۔

"دیکھا روشی! میں نے کہا تھا نا میری گڑیا مجھ سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتی۔ چلو اریج میں تمہیں اپنے گیسٹ سے ملواتا ہوں۔"

وہی عام سا اور سادہ سا لہجہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا مگر اب جب اس کے ساتھ چلنے کی باری تھی تو لبے یکدم سے سکوت سے آشنا ہوتے چلے گئے۔ وہ اس کے ساتھ چلنے کی خواہاں تھی تو چلنے کے لیے اٹھ بھی آگیا مگر قدم تھے کہ آگے بڑھ نہ پائے تھے۔

"اٹھو اریج!" دیر نہیں کرو مجھے اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

طلحہ کا مسکراتا لہجہ اس کے اندر ریشمی سا مچاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ خود ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھانے کی سعی کرنے لگا تھا۔

مگر اتنا بھی برداشت نہ ہوسکا۔

"میں خود اٹھ جاؤں گی۔ ڈونٹ وری۔" ہلکا سا کہہ کر ساڑھی کا پلو سائیڈ پر سے پکڑتے ہوئے وہ اس کے شانہ بشانہ کھڑی ہوئی تھی۔

بس ایک ہی نگاہ دشمن جاں اس پر پڑی تھی۔ طلحہ نے اسے یوں سج دھج کے ساتھ پہلی بار تو نہیں دیکھا تھا۔ مگر کوئی تو خاص لمحہ تھا کہ وہ ساکت نگاہوں سے دیکھتا چلا گیا۔ شاید وہ اس کے اس انداز پر جو کہ گریز پا لیے ہوئے تھا سے حیران ہوا تھا۔ وہ جو ہر ایک کی نگاہ کا مرکز بنی ہوئی تھی کسی نگاہ کی آرزو نہ کی تھی۔ محض طلحہ کے اس نے دیکھا بھی تو عام سے انداز سے۔

مگر آج یکدم اچانک سے ہی ہر انداز بدلا تھا۔ اس کے وجود میں وہ یکدم سے ہی کھوتا چلا گیا۔ پھر اگلے ہی لمحے اپنی سوچوں سے فرار چاہتے ہوئے وہ مڑا اور آگے کی جانب بڑھ گیا۔ اریج سے سب کو چھپاتے ہوئے بھی حواس عجب ہی لے پر چل نکلے تھے۔ یہ کیفیت بے چینی کی تھی بے قراری کی کیفیت! اس نے اریج کمال کی شکوہ کناں نگاہوں کی زبان پڑھ ڈالی تھی۔ وہ ان نظروں کی بے تابیوں کو کیسے نہ سمجھ پایا تھا۔

نہیں وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس نے تو کبھی ایسا کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔ پھر...... پھر کیوں...... اریج اس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کیوں اس سے توقعات وابستہ کرتی چلی گئی۔ وہ تو اسے ہمیشہ بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔

اب بھی تو انداز وہی تھا مگر نگاہوں کی زبان کیسے پڑھ ڈالی؟

آنٹی نے اریج اور طلحہ کو ساتھ ساتھ آتا دیکھ کر چپکے سے کوئی دعا کر ڈالی تھی۔

اریج پر بناؤ سنگار اور ساڑھی بے حد بھلی لگ رہی تھی۔ کٹنگ کیے ہوئے بال پشت پر بکھرے تھے۔

"اریج بیٹا! چلو میرے ساتھ کچن میں طلحہ کے گیسٹ کے لیے کچھ چائے وائے کا انتظام کر لیں۔" وہ اسے ساتھ لیے کچن کی جانب بڑھ گئیں۔ جب کہ طلحہ اپنے دوستوں کی جانب۔

کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا یہ بے چینی کیوں ہونے لگی تھی۔ اسے خود سے شرم محسوس ہو رہی تھی۔ جس لڑکی کو وہ بچپن سے بڑھ کر چاہتا تھا۔ اس کے بارے میں ایسا سوچنا' بلاشبہ وہ گناہ ہی تصور کر سکتا تھا۔

وہ آنٹی کے ساتھ کچن میں آنے کے بعد ان کی ہیلپ کروانے لگی۔ بال جو پشت پر بکھرے تھے ویسے ہی سیٹ لیے۔ یہ موسم چونکہ سردیوں کا تھا۔ سو کچن میں کام کرنے سے کوئی خاص مسئلہ نہیں ہوتا تھا ویسے بھی اسے اس جگہ پر آنٹی کے ساتھ کام کرتے ہوئے عجب سی سرشاری ہو رہی تھی۔ آنٹی اسے تاکید کرتے ہوئے باہر کے انتظامات سنبھالنے چلی گئیں۔ پھر اکلوتی بیٹی کی شادی تھی۔ کسی قسم کی کمی کا رسک نہیں لے سکتی تھیں۔

"آپ ایک بار نگاہ غلط ڈال کر دیکھیے تو طلحہ! محض ایک بار۔ اس پاگل لڑکی کے جذبات سے آشنا ہوتے۔ یہ تو محسوس کرتے کہ دن رات میں کس آگ میں جھلس رہی ہوں۔ چلو اگر محبت ہی ہو گئی تھی تو کیا کرتے کہ مجھے قرار آ جاتا۔ ٹھکرا ہی دیتے کہ سکتے لگتی۔ خود سے پیار کرنے سے روک ہی دیتے طلحہ۔ آپ کی طرف بڑھ نہ پاتی۔ یہ کیا آپ کو تو ان طغیانیوں کا علم ہی نہیں۔ میری محبت سے واقفیت ہی نہیں۔"

بے اختیار ہی چائے تھرماس میں ڈالتے ہوئے اشکوں کا ایک گہرا سیلاب امڈ آیا تھا۔

وہ اسی بے خودی میں اپنا کام مکمل کر کے مڑی تو دروازے میں کھڑے طلحہ ریاض کو دیکھ کر ساکن رہ گئی دل کی دھڑکنیں عجب ہی تان پر دھڑکنا شروع ہوئی تھیں۔

وہ اس طرح سے پیچھے آن کھڑے ہوئے کہ پتا بھی نہ چل سکا۔ اور پھر طلحہ اسے روتا دیکھ کر کچھ کہہ نہ پایا۔ کچھ کہنے کو کچھ پتا ہونا بھی ضروری تھا۔ وہ کیا کہتا اسے پتا ہی کیا تھا۔

مگر یہ طغیانیاں یہ بے چینیاں وہ کئی دنوں سے دیکھتا چلا آ رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اریج کو کسی طرح کا پوزیٹو رزلٹ دے۔

"ارے تم نے ابھی تک چائے نہیں بنائی اور تمہیں چائے بنانے کا کس نے کہہ دیا؟ یہ نازک سے ہاتھ کام کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ چلو تم کچن سے مما خود ہی دیکھ لیں گی۔" طلحہ کے انداز سے ذرا بھی پتہ نہ چل سکا کہ وہ اس کے اندر کی کیفیت جان چکا ہے۔

"میں نے بنالی ہے طلحہ! آپ یہ دیکھیں۔"

اس نے بے خودی میں مڑتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ بھائی لگانے کی زحمت سے بھی محروم رہی تو طلحہ نے اسے چونک کر یکدم سے دیکھا۔

وہ جو طلحہ بھائی کہتے نہ تھکتی۔ آج اس دوراہے پر آن کھڑی تھی اس قدر ہمت اس کے وجود میں آ گئی تھی کہ بھائی کا لفظ لگانا ضروری نہ سمجھا تھا۔

"او کے بنالی ہے۔ تو میں جلال سے کہہ کر سرو کرواتا ہوں۔ تم تو نکلو یہاں سے اپنی ساری تیاری کا غرق کر لیا۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر اسے لے کر کچن سے باہر نکل آیا تھا اور پھر خود وہاں کھڑا ہونے کے بجائے ہجوم میں کہیں گم ہو گیا۔ جب کہ اریج اس کے حصار کی سرمست سی کیفیت میں وہیں کھڑی رہ گئی۔ بائیں ہاتھ پر اس کا ہاتھ ابھی ہی تو ٹھہرا تھا۔

"تم اس طرح سے کیوں کھڑی ہو۔ چلو بیٹا باہر لان میں چلو۔ میں مہمانوں کو چائے سرو کرواتی ہوں ہاں میرے روم میں جا کر فریش ہو جاؤ۔" آنٹی اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کچن کی جانب بڑھ گئیں۔

وہ بالکل بے جان مورتی کی مانند آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

کس طرح کا دور آن کھڑا تھا۔
کس طرح کی ہوائیں چلنے لگی تھیں......
بس اس کی یادیں......
اسی کی سوچیں......
بے خودی بے خودی تھی......
تشنگی کا گہرا سمندر......

اسے کچھ خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ آنٹی کے روم کا دروازہ جھٹکے سے کھولے۔ دہلیز پر کھڑی تھی اور اگلے ہی لمحے دروازہ لاک کر کے وہ تیزی سے بیڈ پر گری تھی اور کچھ ہی دیر میں سارے آنسو بہا دیے تھے۔ جی چاہا کہ اپنے حلیے کا ستیاناس کر دے۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر سارا زیور تیزی سے اتارا تھا۔ پھر چوڑیاں کنگن کے بعد ہونٹوں پر سجی لپ اسٹک بھی رگڑ ڈالی۔ بالوں کا بھی الگ برا حال کر دیا تھا اور ڈریسنگ ٹیبل کے پاس ہی روتے روتے بیٹھتی چلی گئی۔ جب اس شخص نے دیکھ کر سراہا تک نہیں تو اس روپ کا کیا فائدہ؟

"محبت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ ہاں طلحہ محبت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ یہ لڑکی خود کو بے مول کر بیٹھی ہے۔ پاگل ہو چکی ہے۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ بے خودی ہی بے خودی کیوں؟ تشنگی پیاس پیاس......؟"

وہ گود میں سر دیئے بے طرح سے سسک پڑی۔

"کیا حلیہ بگاڑ رکھا ہے تم نے اریج کمال' کیوں کس لیے؟"

قریب ہی سے آواز آئی تو وہ ایک جھٹکے سے سر اٹھائے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ اس طرح سے روم میں موجود ہوں گے۔ یہ سوچا تک نہ تھا۔ وہ یقیناً واش روم کی جانب سے باہر آئے تھے اور اسے اس حلیے میں دیکھ کر کیا سوچتے ہوں گے۔

"میں پیاسی ہوں طلحہ! بے مول ہو چکی ہوں۔ میں مر رہی ہوں۔ آپ کے لیے آپ کی محبتوں کے حصول کے لیے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیتا۔ میں تڑپ رہی ہوں طلحہ۔"

وہ یکدم سے جھکی تھی اور اگلے ہی لمحے دو مضبوط بازو اس کے لیے وا ہو چلے تھے۔ دو مضبوط بازوؤں نے اسے اپنے حصار میں لے کر سہارا دیا تھا۔

حالانکہ دل و روح یکدم سے کھلتی آندھیوں سے پریشان ہوا تھا۔ بے تاب ہوا تھا۔ وہ اس پاگل لڑکی کی بے تابیوں پر بہت حیران تھا۔ وہ اس کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ آئی تھی پتا بھی نہ چل سکا۔ وہ اس بکھرے ہوئے وجود کو سنبھالتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی اس وجود سے بیگانہ ہو گیا تھا۔

دروازے پر ہونے والی دستک نے طلحہ کو جیسے وارن کیا تھا۔

اریج بالکل اس پوزیشن میں نہ تھی کہ کوئی اسے دیکھ سکتا۔

"اریج! اٹھو اریج ہوش میں آؤ۔" طلحہ نے اس کے گال تھپتھپائے تھے۔ وہ آج محض اس کی وجہ سے بہت مصیبت میں پھنس سکتا تھا۔

کیا کرنا چاہیے اسے حقیقتاً اس لمحے اپنی اور اریج کی ریپوٹیشن کی فکر تھی۔

دروازے پر ہنوز دستک ہوتی چلی جارہی تھی۔ وہ تنگ آکر اسے جھنجھوڑنے گیا مگر وہ خود سے ہی بیگانہ جانے کن سوچوں میں کھو چکی تھی۔

آخر وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا اور لاک کھول کر سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے طلحہ بھائی! آپ...... وہ میں اریج کو تلاش کر رہی تھی۔ نہ جانے کہاں رہ گئی ہے۔ آپ نے کہیں نہیں دیکھا؟"

طلحہ اس طرح سے دروازے پر جم کر کھڑا تھا کہ روشین کمرے کے اندر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"نہیں میں نے نہیں دیکھا۔" اس وقت مصلحتاً جھوٹ بولنا پڑا۔

"اوکے! وہاں باہر ماریہ کو مہندی لگ رہی ہے۔ سسرال والے بھی آچکے ہیں۔ اریج کو بہت شوق تھا دولہا بھائی کو دیکھنے کا' اوکے میں اسے دیکھتی ہوں۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہتی ہوئی باہر دروازے سے ہٹ گئی۔

طلحہ کا غصہ اس وقت ساتویں آسمان کو چھونے کو بے قرار تھا۔ وہ دروازہ لاک کر کے جھٹکے سے مڑا اسے بازو سے پکڑ کر سامنے آن کھڑا کیا۔

"کیوں اریج کمال کیوں کر رہی ہو یہ سب' ہوش میں آؤ۔ اس سے پہلے کہ میں ہوش کھو دوں۔" وہ اس کی بات پر سر اٹھائے دیکھتی چلی گئی۔ آنکھیں غصے سے خون برسا رہی تھیں۔ غیض و غضب کی یہ کیفیت بلا کی عجیب تر تھی۔

طلحہ اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھے اور اسے پانچ منٹ تک نیچے آنے کے لیے کہا۔ وہ جیسے ہوش کی دنیا میں پھر سے لوٹ آئی تھی اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ محض پانچ منٹ کے اندر اندر پھر سے اپنا حلیہ ٹھیک کر کے نیچے چلی آئی۔ اب تو نگاہیں شرم سے جھکی جا رہی تھیں۔ نہ تو اسے روشین کے بولنے کا خیال رہا محض بودی سی دلیل دے سکی کہ واش روم میں تھی۔

"آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں' مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔ جب سے فنکشن میں آئی ہو چپ چپ ہو۔ کیوں بولو؟" روشین نے گھر کا تو آنٹی قریب آکر بولیں۔

"ارے اریج! نے چائے تو کمال کی بنائی تھی۔ سبھی کو پسند آئی۔ مجھے تو لگتا ہے اپنی اریج کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ کبھی تو اترا اترا سا چہرہ ہے۔" آنٹی نے اسے خود سے لگا کر کہا۔ وہ محض مسکرا ہی سکی۔

جیسے تیسے مہندی کے فنکشن پر وہ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے بیٹھی رہی۔

پاپا اور انکل بھی لاسٹ میں فنکشن میں چلے آئے۔ گیدرنگ کی وجہ سے اس کی طبیعت بھی کافی سنبھل گئی تھی مگر طلحہ نہ تو اس کے سامنے آیا تھا نہ ہی اس نے آنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی شرمساری اپنے جذبات کے یوں وا ہونے پر پریشان بیٹھی رہی مگر دل سے ایک بوجھ ضرور ہٹا تھا کہ طلحہ اس کے جذبات سے آشنا ہو چکے ہیں۔

لیکن اب وہ زندگی میں کبھی بھی طلحہ کا سامنا کیسے کرے گی۔

یہ سوچ سوچ کر پاگل ہوتی چلی جارہی تھی۔

☆☆

"آئی ول ناٹ گو۔"

کیا؟ ہم ماریہ کی شادی میں نہیں جاؤ گی؟ بٹ وائے؟ کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے۔ تمہارے آنٹی کیا سوچیں گے۔" مما نے اس کی بات پر کافی گھر کا۔

"مما! میں وہاں نہیں جانے والی۔ مجھے بوریت ہوتی ہے گیدرنگ میں۔ ویسے بھی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" کہہ کر کمبل منہ تک اوڑھ لیا اور طاہرہ بیگم اس کی ضد کے آگے مجبور ہو کر واپس مڑ گئیں۔

مجھے پیار کرو جاناں
میری مانگ بھرو جاناں
میں تو لمحوں لمحوں کی
ساگتوں میں
گلشن زدہ تراوٹوں میں
کھوئی ہوئی رہتی ہوں
یہ کیسی میری ہمسفر ہے
یہ بے چینی بھی ہمقدم ہے
تم کوئی جام بھرو جاناں
مجھے پیار کرو جاناں
کچھ دیر پاس رکو نا
برکھا رت میں بھیگو تو
مجھے چاہتوں کو دان کرو
پل پل آہٹیں شمار کرو
میری محبتوں کو امر کرو جاناں
میری مانگ بھرو جاناں
مجھے پیار کرو جاناں
تم تو ساحلوں کی مدھم سی
سرگوشی ہو
میں بہتا رخ کا پانی ہوں
کبھی میرے سنگ بھی چلو نا
میری مانگ کبھی تو بھرو نا
رات کی گہری خاموشی میں
آہٹ بن کر آنا تم
بجتے ہوئے پلوں سے کچھ
سرگوشیاں چرانا تم
میری انگ انگ میں بسو نا
مجھے پیار کرو جاناں

میری مانگ بھرو جاناں

میں کب سے ہوں منتظر جاں

کسی شام کو یہاں رکو ناں

میری چاہتوں کو امر کرو ناں

مجھے پیار کرو جاں

میری مانگ بھرو جاناں!

لیٹے لیٹے کتنے ہی پل گزر گئے۔ وہ محبتوں کی پرسکون وادیوں میں جا ٹھہری تھی۔ جہاں پھولوں کی خوشبو تھی۔ کلیوں کی مہک ساون رت پر برستی برکھا' بھیگی بھیگی سی پھوار کا موسم' کانٹوں سے بہت دور۔

یہ محبت کی وہ تخیلاتی دنیا تھی۔ جسے وہ ہر لمحے تراشتی رہتی تھی۔ جس کی وہ ہر لمحے منتظر رہتی تھی۔ جب انسان محبت کرتا ہے تو یہ نہیں سوچتا وہ کون ہے' کیا ہے؟ وہ تو بس محبت کے تخیل کی رخ پر بہتا چلا جاتا ہے۔ اسے کہ مہکاتی چلی جاتی ہے اور وہ شخص خود کو محبت کے سپرد کیے بے خودی کا ہمسفر ہو جاتا ہے۔ وہ بھی تو کوئی عام ناپختہ سوچ کی لڑکی نہیں تھی مگر وہ مجبوری کی تمام ان حدوں کو چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ جن پر سے طلحہ ریاض گزرا تھا۔ وہ خود کب جانتی تھی کہ لمحوں میں کچھ لمحے اسے بے وقعت کر دینے کو بھی ہوں گے۔ پھر اب جب طلحہ ان کے بارے میں سب کچھ جان چکے تھے۔ اسے اپنے وجود پر بے حد غصہ آ رہا تھا بس نہ چلتا کہ خود کو ختم کر دیتی۔

اپنی ہی سوچوں میں گم اسے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ سب لوگ جا چکے ہیں۔ بس گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز ہی سن پائی تھی۔

''کیوں کیا اس نے خود کو بے مول۔ طلحہ کی نظر میں اس کی کیا امیج بنی ہوئی ہوگی۔ کیا اہمیت رہی ہوگی وہ اس سے کس قدر نفرت کرنے لگیں گے......''

بس یہی سوچ سوچ کر دماغ خراب ہوئے چلا جا رہا تھا۔ تنگ آ کر وہ کمبل کو جھٹک کر اٹھی اور واش روم سے فریش ہونے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی۔ ٹی وی آن کرتے ہی اپنی پسندیدہ مووی دیکھتے ہوئے وہ اپنی سوچوں کو جھٹکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

''مہراں بی بی۔'' وہ ملازمہ کو آواز دے کر پھر سے ٹی وی میں مگن ہو گئی۔ ملازمہ کے آنے پر اسے کھانے کے لیے لانے کو کہا۔ ''مجھے بھوک لگی ہے مہراں بی بی! آپ یوں کیوں کھڑی ہیں۔ جو کچھ بھی ہو لے آئیں۔''

''وہ بی بی جی! میں نے تو آج کھانا نہیں بنایا۔''

''واٹ دماغ خراب ہے آپ کا' مما کو پتا نہیں تھا۔ میں گھر پر ہوں اور وہ خود جا رہی تھیں تو آپ کو کہہ کر جاتیں۔'' وہ حقیقتاً بھوک سے بلبلا اٹھی۔

''کسی کو میری فکر نہیں۔ سبھی چلے گئے چھوڑ کر اب مجھے بھوکا ہی رہنا ہوگا۔'' آنسو تو جیسے بات بات پر نکلنے کے عادی ہو گئے تھے۔ وہ صوفے پر کشن کے سہارے لیٹی ہوئی مووی دیکھنے میں مگن تھی۔ جب ڈور بیل بہت تیزی سے بجی۔

ملازمہ نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آنے والی ہستی کو دیکھنے کی قطعاً شوقین نہ تھی۔ سو لیٹے ہوئے اپنے کام میں ہنوز مگن رہی۔

''تم ایسا کیوں کر رہی ہو ارتج؟'' طلحہ کی آواز پر وہ یکدم سے سیدھی ہوئی۔

اس پل وہ آسمانی کلر کے شلوار سوٹ کے ساتھ پشاوری چپل پہنے بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ لگ رہے تھے۔ نگاہیں ان کے خوب صورت سراپے سے ابھی تو ہٹ نہ سکیں مگر پھر اسے ان نگاہوں کو سمیٹنا پڑا۔

''کیا چاہتی ہو تم؟'' وہ قریب پڑے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ انداز تھوڑا سخت تھا۔

''میں...... میں نے کیا کیا ہے؟''

''جب میں......''

''یہی تو مسئلہ ہے تمہارا کچھ نہ کرتے ہوئے بھی بہت کچھ کر جاتی ہو۔ خیر تم اب ماسٹرز کمپلیٹ کر چکی ہو آگے کیا کرنے کے ارادے ہیں؟'' یہ کوئی وقت تھا ان باتوں کا مگر طلحہ صاحب کو کون روکے۔

''مجھے کچھ نہیں کرنا۔''

''مگر میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ کرو۔'' انداز کافی پروقار اور ذومعنی تھا۔ وہ ٹھٹک کر دیکھنے لگی۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ٹیلنٹ اور اپنی ذہانت' فضول کاموں میں ضائع مت کرو۔ پاپا کے ساتھ ان کا بزنس سنبھالو' یہ ان کی خواہش ہے۔''

''اور آپ کی خواہش؟'' وہ نہ پوچھ سکی کہ ''اے اچھے اور خوبصورت انسان مجھے لے کر تم کیا سوچتے ہو۔ تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو تم میرے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟'' وہ سر جھکائے ان کی بات سن رہی تھی۔

''دیکھو ارتج! ابھی تم بہت چھوٹی ہو بلکہ مجھ سے پورے آٹھ سال چھوٹی ہو۔ یہ فرق ہمیشہ سامنے رکھا کرو۔ واضح رہے کہ تمہاری سوچیں' تمہاری فیلنگز مجھے کچھ بھی غلط کرنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔'' لگتا تھا آج وہ صاف صاف اور واضح بات کرنے کے موڈ میں تھے۔

''آپ میرے اموشنز اور میری فیلنگز کی توہین کر رہے ہیں طلحہ صاحب یو آر انسلٹنگ می۔'' وہ بمشکل کہہ سکی۔

''واٹ نان سینس' طلحہ کے ساتھ بھائی لگایا کرو تم مجھ سے کل بھی چھوٹی تھیں اور آج بھی چھوٹی ہی رہو گی۔ ان سب بکواس سے کچھ نہیں ہونے والا۔ او کے' ناؤ گیٹ اپ۔ اٹھو اور چلو میرے ساتھ سب تمہارا ویٹ کر رہے ہیں۔''

''نہیں مجھے آپ کے گھر نہیں جانا' نہیں جانا وہاں جہاں آپ......''

''شٹ اپ ارتج! کیا ہو گیا ہے تمہیں تم ہمارے رشتے پر یہ دھبہ کیوں لگانے چلی ہو۔ تم کل بھی جتنی عزیز تھیں آج بھی اتنی ہی عزیز ہو مگر وہ رشتہ قطعاً نہیں یاد رکھنا۔'' وہ مشتعل ہو کر اس کے سامنے کھڑے تھے۔

''کیوں...... کیوں آپ مجھ سے وہ رشتہ نہیں بنا سکتے' کیا وجہ ہے طلحہ! آپ مجھے بتایئے میں کیوں آپ کی بیوی نہیں بن سکتی۔ مجھے آپ کی بیوی بننا ہے۔ ہاں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں میں۔ ڈین وانٹ یو کانٹ انڈر اسٹینڈ؟'' طلحہ کا ہاتھ بے اختیار ہی اٹھا تھا اور وہ تھپڑ اس قدر زور کا تھا کہ ارتج اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ صوفے پر گری تھی۔

وہ انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتے ہوئے چلے گئے اور وہ بے طرح سے رو دی۔ وہ آہستہ آہستہ اس سے دور جا رہے تھے۔ اسے روتا چھوڑ کر مگر وہ کچھ بھی تو نہ کر سکی۔ کچھ بھی تو نہ کہہ سکی تھی۔

☆☆

یہ محبت ہے ہمدم
گہری محبت
یہاں رشتوں کا ایک نیا
سلسلہ چلتا ہے
پیار کو نیا راستہ ملتا ہے
یہاں عمر کی قید کیسی
یہاں لمحوں کی خبر کیوں کر

یہ محبت ہے ہمدم
جو دلوں کو معطر رکھتی ہے
تشکر کے پل تسخیر کرتی ہے
دو دلوں کو قریب لا کر
انہیں آب و کہر کرتی ہے
تم کیا سمجھو گے؟

یہاں پر میں اور تم کون ہیں؟
یہاں تو بس روحوں کی حکمرانی ہے
پیار کی بہتی ہوئی کہانی ہے

یہ محبت ہے ہمدم
گہری محبت
بے انتہاؤں کے بناہ
حدوں سے ہٹ کر
پابندیوں سے پرے!
یہ محبت ہے ہمقدم گہری محبت!

☆☆

ماریہ کی شادی کا سلسلہ ختم ہوا تو پاپا نے اسے خود بزنس جوائن کرنے کو کہا تھا۔ وہ یوں بھی گھر رہ رہ کر بور ہو گئی تھی مگر وہ پاپا کے ساتھ آفس کیسے جائے' ۔ ابھی تو وہ بزنس کی الف ب سے بھی واقف نہیں تھی۔

اس نے یہ عذر پاپا کے سامنے پیش کیا کہ وہ کچھ کورس وغیرہ کر لے۔ فراغت میں کرنے کو اور بھی بہت کچھ تھا۔ تبھی انکل ریاض نے پاپا کو مشورہ دیا کہ وہ اگر بزنس سیکھنا چاہتی ہے تو طلحہ سے بہتر اسے کوئی بھی اچھی طرح سے گائیڈ نہیں کر سکتا۔

طلحہ کا نام پاپا کی زبان پر آتا دیکھ کر وہ پل بھر کے لیے مضطرب سی ہو گئی۔

''نہیں وہ اس شخص کے سامنے قطعاً نہیں جائے گی جس نے اسے پل بھر میں بے مول کر کے رکھ دیا۔''

یہی سوچتے سوچتے وہ تنہا گاڑی لے کر ساحل کے قریب آن بیٹھی تھی۔ جہاں وہ خود سے بے نیاز سوچتی چلی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ محبت کو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ قطعاً نہیں۔

یہ بے مول کر دیتی ہے۔ بے بس کر دیتی ہے۔ روتے روتے وہ کسی خاص فیصلے پر پہنچی تھی۔

محبت میں صبر نہ ہو تو بے قراری اور بے چینی بڑھنے لگتی ہے۔ دکھ و یاس کی عجب سی کیفیت روح و بدن کے ہر ہر در و بام پر الجھنے لگتی ہے۔ محبت میں صبر آنا یقیناً بہت ہی خوبصورت عمل ہے۔ بے اعتباری کا دور دور سے گزر نہ ہو۔ اگر محبت ہے تو بس چپ چاپ محبوب کو چاہا جائے۔ محبت کی پرستش کیے جاؤ۔ کیونکہ یہ امر ربی ہے۔ اسے کب اور کس وقت ہونا ہے یہ تو طے ہے یہ تو اس ذات کا فیصلہ ہے کہ انسان کو کس حد تک آزمانا ہے۔ یہ فیصلہ تو اس نے کرنا ہے کہ کس کو کس کی اور کس قدر محبت دان کرنی ہے۔ پھر...... پھر انسان کون ہوتا ہے اپنا فیصلہ کرنے والا وہ بے اختیار ہے۔ تو اختیار کا موسم کیسے آئے۔ اگر محبت نے اس کے روح و بدن کے انگ انگ میں اترنا ہی ہے تو وہ اسے روکے کیسے! اگر محبت کو ہونا ہی ہے تو محبت ہو کر رہتی ہے۔ جیسے کہ اریج کمال کو ہوئی تھی اور اس قدر شدت سے ہوئی تھی کہ سارے فلسفے سارے نظریے محبت کے جذبے کے آگے ہیچ گئے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ بے اختیار ہے۔ اسے کچھ معلوم نہیں کچھ بھی تو پتا نہیں۔ یہاں تک کہ وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ تو سب سے پہلے اس کی پسند نہ پسند کا خیال آ رہا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے وہ مکمل طور پر اپنی ذات سے ہٹ کر گم ہوئی تھی۔

☆☆

یوں کرو میرے قریب آؤ
میں تمہیں چھو کر دیکھوں تو
تمہارے نقوش میں کھو جاؤں
چلو کچھ دیر پاس ہی بیٹھو
میں تمہیں حال دل سناؤں
پیار کی وادی میں یوں گم ہو جاؤں
کہ تمہیں اپنا بھی
نہ ہوش رہے
ہر لمحے کی ساعت خاموش رہے
یوں کرو کچھ پل میرے نام کر دو
کچھ وقت سیراب کر دو
میں اس وقت کو آنکھوں میں سجا لوں
اور دھنک رنگوں میں
تمہارے لمس کو پلکوں پر بسا لوں
یوں کرو نا میرے ساتھ چلے چلو
مجھ پر پیار کی بارش کرو
یوں کرو نا
کہ مجھے مجھ سے چرا لو
اور اپنا بنا لو!

لبوں پر دھیما سا تبسم بکھرا تھا۔

دھیرے دھیرے مسکراہٹیں ایک انوکھے جذبے سے سرشار ہو کر اس کے چہرے پر بکھرتی چلی گئی تھیں۔ وہ محبت کو پانے چلی تھی یا کھونے' یہ نہیں جانتی تھی۔ بس ایک قدم تھا جو وہ اٹھا رہی تھی۔ جیسے کاوشوں کا سمندر پار کرنا چاہ رہی ہو۔ جیسے دل و روح میں طوفان بھرنا چاہ رہی ہو۔ بس بے چینی نہیں تھی۔ خوشی تھی۔ اطمینان تھا اور سکون تھا۔

''محبت مل جائے تو کیا ہو گا؟'' چہرے پر الگ سا شوخ تبسم بکھرنے لگا۔

یہ سوال کافی قابل غور تھا کہ محبت مل جائے تو کیا ہو گا۔

''تمہیں پا لینا کیسا ہو گا طلحہ! تمہاری محبتوں کو ہر ستا دیکھ کر کیسا لگے گا۔ وہ وقت کب آئے گا طلحہ جب میں محبت کو امر ہوتا دیکھوں گی۔'' پھر اگلے ہی لمحے سر کو جھٹکتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

طلحہ اپنے روم میں بیٹھے ہوئے فائلوں میں مکمل طور پر بزی تھے۔ جب وہ ہمت کر کے دروازہ ناک کر گئی۔

''کم ان۔'' کی آواز بہت ہی آہستہ سے سنائی دی تھی۔

ڈرتے ڈرتے اندر قدم رکھا اور چلتی ہوئی سامنے آن کی۔ طلحہ نے کافی مصروف انداز میں اس کی جانب دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ کام میں مگن ہو گیا۔ وہ بالکل حکم کے مطابق چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

اسے بیٹھے بیٹھے تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے تھے مگر طلحہ کام میں اس قدر بزی تھے کہ اس کا بیٹھنا نہ بیٹھنا جیسے کوئی معنی ہی نہیں رکھتا تھا یا وہ اسے جان بوجھ کر اگنور کر رہے تھے۔ وہ چپ چاپ اس کی جانب دیکھنے لگی کہ جو سوٹڈ بوٹڈ اپنی ذات سے بھی بے خبر فائلوں میں محو تھے۔

''تمہیں کیا معلوم اے اچھے انسان! تم میرے لیے کیا ہو۔ تم جو تنہا تنہا رہتے ہو میں تمہیں مکمل کرنے کی آرزو کرتی ہوں۔ تمہیں مکمل کرنا چاہتی ہوں۔'' دل ہی دل میں انوکھی سی خواہش جاگی۔ وہ ابھی مزید اس کی جانب دیکھتی رہتی مگر طلحہ نے یکدم سے سر اٹھا کر اس کی محویت کو بے طرح سے کم کیا تھا۔ وہ تیزی سے نگاہیں جھکا گئی۔

''جی مس اریج! کیسے آنا ہوا؟'' اس کا لہجہ اور انداز اسے کھولا دینے کے لیے کافی تھا۔

''کیا مطلب آپ کا کیسے آنا ہوا؟''

انکل نے آپ سے بات نہیں کی۔ آپ مجھے بزنس کے رولز اینڈ ریگولیشن سکھائیں گے اسی لیے میں یہاں آئی ہوں۔''

وہ طلحہ کے سامنے بولنے کی جرأت کبھی نہ کرتی مگر اسے حقیقتاً یہ انداز اچھا نہیں لگا تھا۔ جانتی تھی وہ اسے اگنور کرنے کی ہر حد پار کرنے کے مجاز ہیں۔

''کہاں تک چلو گی۔ کب تک اس طرح سے بہانے تلاش کر کے میرے قریب آنے کی کوشش کرو گی کب تک؟''

''جب تک آپ مل نہیں جاتے۔''

اس کے اس طرح سے جواب دینے پر طلحہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ پھر اپنی سیٹ سے اٹھتا ہوا وہ

قریب ہی آن رکا۔

''جانتی ہو مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ جب تم مجھے اس انداز سے سوچتی ہو۔ اس انداز سے دیکھتی ہو بچپن سے لے کر اب تک تمہارے منہ سے بھائی سنا ہے میں نے۔ تمہیں یہ سب زیب نہیں دیتا اریج! مجھے ہرٹ مت کیا کرو۔'' وہ جیسے بہت ہی شکستہ لہجے میں اسے سمجھا رہے تھے۔

''آپ بھی مجھے ہرٹ نہ کیا کریں طلحہ! میں آپ کی لاپروائی سے بے توجہی سے بہت ہرٹ ہوتی ہوں۔ میرے اموشنز کو بے مول مت کیا کریں۔'' وہ ابھی تک بدستور اسی بات پر اڑی تھی۔

''یہ جذبات و احساسات کسی اور کے لیے بچا رکھو۔ مجھ سے ایسی نہ تو کوئی توقع رکھنا نہ ہی میں تمہارے ان احساسات کی آبیاری کروں گا۔ انڈر اسٹینڈ۔'' ہاتھ میز کی پشت پر مارتے ہوئے وہ بہت تیزی سے بولا۔

''کب تک طلحہ! کب تک آپ مجھے اگنور کریں گے؟ آخر تو آپ کو میری طرف لوٹنا ہو گا اور اس مقصد کے لیے میں کچھ بھی کروں گی۔ کچھ بھی۔'' وہ نازک سی لڑکی اور یہ جذبہ یہ احساس پل بھر کے لیے تو طلحہ بے سدھ اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ محبت نے اسے اس قدر مضبوط کر دیا تھا کہ وہ اس طرح بہادری سے اپنی محبت کا ڈھنڈورا پیٹ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں واضح چمک تھی۔ جسے وہ کچھ بھی کر دینے کا حوصلہ رکھتی تھی۔ جیسے اس کو پا لینے کی خاطر کچھ بھی کر دینے پر قادر تھی۔ وہ پھر سے دوبارہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئے اور فون اٹھا کر سیکریٹری کو اندر بلایا تھا۔

''حسنا! آپ انہیں اس آفس میں کام کرنے کے لیے گائیڈینس دیں۔ ہر طرح سے رولز اینڈ ریگولیشن سکھائیں۔ آج سے یہ اسی آفس میں کام کریں گی۔'' وہ انہیں حکم دے کر خود پھر سے کاغذوں میں مگن ہو گئے اور اس پل ایک عجب سی مسکراہٹ اریج کمال کے لبوں پر بکھری تھی۔ تب وہ چلتے ہوئے سیکریٹری کے ساتھ باہر کی جانب بڑھی۔ اسے طلحہ کے آفس آتے ہوئے مہینے سے اوپر ہونے والا تھا۔ اسی ایک ماہ میں اس نے بزنس کے متعلق کافی کچھ سیکھ لیا تھا مگر طلحہ اور اس کے درمیان بات چیت تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ خود بھی اسے بہت مصروف رکھتا تھا۔ تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ سیکھ سکے۔ پاپا اور انکل بھی اس کی کارکردگی سے واقف تھے اور کافی خوش تھے۔

اسی دوران طلحہ کے قریبی دوست ضرغام کے لیے طلحہ نے اریج کے گھر والوں کے سامنے پرپوزل رکھا۔ وہ خود بھی اریج کو دیکھ چکا تھا۔ درحقیقت اریج ضرغام کو بہت پسند آئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اریج کو ضرغام جیسے پیار کرنے والے شخص کی ہی ضرورت ہے۔ اس بات سے مبرا کہ اریج کا ری ایکشن کیا ہو گا۔ اس نے ضرغام کے پیرنٹس کو اریج کے گھر جانے کے لیے کہا۔

طاہرہ بیگم اور کمال کو پہلی ہی نظر میں ضرغام بہت پسند آیا۔ باقی گھر والوں سے تو محض ابھی ایک ہی ملاقات ہوئی تھی مگر وہ نہ تو اریج سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ کرنا چاہتے تھے نہ ہی اریج کی رائے اور پسند کے بغیر وہ فیصلہ کرنے کا سوچ سکتے تھے۔

''ضرغام آفندی کو جانتی ہو؟''

رات میں جب روشنی اریج کے لیے روم میں دودھ لے کر گئی تو دودھ سائیڈ پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرے پاس فضول وقت نہیں ہے کسی کو جاننے کے لیے۔'' وہ کمپیوٹر کے بٹن تیزی سے پش کرتے ہوئے شاید کوئی اسائنمنٹ بنا رہی تھی۔

"اس کا پرپوزل آیا ہے تمہارے لیے۔"

یہ خبر بلاشبہ کسی بھی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ وہ بے قراری سے کھڑی ہو کر سامنے آن موجود ہوئی تھی۔

"واٹ ربش دس، یہ کیا بکواس ہے۔ میں اس شخص سے شادی کیسے کر سکتی ہوں؟" پل بھر کو تو روح بدن سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"کیوں تم اس شخص سے شادی کیوں نہیں کر سکتیں۔ بہت اچھا ہے وہ نائس ہے۔ سب سے بڑھ کر طلحہ بھائی کے ساتھ اچھی خاصی دوستی ہے۔ انفیکٹ طلحہ بھائی ہی نے تمہارے لیے انہیں سلیکٹ کیا ہے۔"

تلووں سے لگی سر پر بجھی والے محاورے کے تحت وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی تھی۔ عجیب سی کیفیت در آئی۔ روشین اس کے کمرے کی حالت درست کرنے میں مگن تھی۔ اسی لیے اس کی بگڑتی حالت پر توجہ نہ دے سکی تھی۔

"طلحہ بھائی! تمہارے لیے کبھی بھی غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔ تم جانتی ہو تم انہیں کتنی عزیز ہو۔" وہ اس کی باتیں سنتی ہوئی بالکل ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔ طلحہ یہ سب کیوں کر رہے تھے۔ اب تو وہ اس سے کسی طرح سے بھی کوئی بات نہ کرتی تھی۔ سامنا بھی ہوتا تو کترا کر قریب سے گزر جاتی تھی۔ پھر اس شخص کو کیا ضرورت تھی اس طرح سے کسی اجنبی کا پرپوزل اس کے لیے بھیجنے کی۔ اسے حقیقتاً طلحہ کی اس حرکت پر بے حد غصہ آیا تھا۔ اگر محبت نہیں دے سکتے تھے تو اس کی محبت کی توہین تو نہ کرتے۔

"تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟" اس کی اندرونی حالت سے بے خبر روشین نے اس سے دریافت کیا۔

"مجھے پوری امید ہے کہ تم ضرغام کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔ بہت سکھی رہو گی۔" اس کے دائیں گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"روشی! مجھے یہ شادی نہیں کرنی پلیز پلیز تم مما پاپا سے کہو مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی۔ اگر طلحہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔"

اریج نے روشین کو دم بہ سدھ کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ اس کی جانب حیرانی سے دیکھتی چلی گئی۔

"میں طلحہ کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کروں گی روشی پلیز! تم مما سے کہو یہ پرپوزل مجھے قبول نہیں۔" وہ اس کے کندھے پر سر ٹکا کر رونے لگی۔ تو روشی کو ایسے لگا جیسے وہ مزید کھڑی نہیں رہ پائے گی۔ اگر اریج کے اندر ایسی کوئی فیلنگز تھیں تو اسے بتاتی تو سہی شیئر تو کرتی مگر اس نے شیئر کرنے کی زحمت تک نہ گوارا کی تو آج اتنا زبردست پرپوزل مما پاپا لوگ یونہی کیسے ٹھکرا دیتے۔

"تم بھی تو ہو روشی! تم جب ضرغام کے بارے میں اتنا کچھ جانتی ہو تو تم کیوں نہیں اس سے شادی کر لیتیں۔ تمہیں بھی تو زندگی گزارنی ہے وہ اگر اچھا شخص ہے تو تمہیں بھی تو خوش رکھ سکتا ہے۔" روشی اس کی جانب بس حیرانی سے دیکھتی ہی رہ گئی۔

"بولو نا روشی! تم مما پاپا سے کہو گی نا؟"

وہ کھوئی کھوئی سی روشی کو دیکھتے ہوئے استفسار کرنے لگی مگر وہ اسے کیا بتاتی یہاں تو قسمت کی کایا ہی پلٹنے چلی تھی۔

طلحہ بھائی نے روشی سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ وجہ یہ تھی کہ روشی اس کی ہم عمر تھی اور میچور تھی۔ طلحہ کو جذباتیت اور جنونیت سے سخت چڑ تھی۔ اسی لیے انہوں نے اریج کی نسبت روشی کو سلیکٹ کیا تھا کیونکہ

آئی کئی دنوں سے ان کے پیچھے لگی ہوئی تھیں کہ اب انہیں شادی کر ہی لینی چاہیے۔ وہ تھے کہ ماننے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ تب انہوں نے روشی سے مشورہ کیا۔

وہ کیا کہتی۔ نہ تو اس کے دل میں طلحہ کے لیے کوئی خاص جذبات تھے نہ ہی کوئی خاص الفت۔ ہاں اگر وہ اور مما پاپا لوگ چاہ رہے تھے تو اسے بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔

بزرگوں کی میٹنگ میں تقریباً دونوں ہی پرپوزل کو اپنی اپنی جگہ پر سلیکٹ کر لیا گیا تھا۔ بس اریج سے پوچھ کر کنفرمیشن کرنی باقی تھی۔

روشی اثبات میں سر ہلا کر اسے تسلی دلا گئی تھی مگر وہ کس قدر بے بس تھی یہ اریج نہیں جانتی تھی۔

موسم کی ترا وٹیں بدلی تھیں۔ چاندنی راتوں کی دلکشی کا ہالہ ہر سو بکھرتا جا رہا تھا۔ سردیوں کی خنک راتیں بے چینی اور بے قراری کس قدر بڑھا دیتی ہیں۔

وہ چھت پر کھڑی چاند کے اس پرنور ہالے کو بغور دیکھے چلی جا رہی تھی بے خودی اور بے بسی تھی۔ بے اختیاری کا موسم اپنا بھی کچھ پتا نہیں تھا جیسے

کچھ ہیں دوریاں
کچھ ہیں فاصلے
کچھ دل بھی تھوڑا اداس اداس
کچھ ویراں ویراں سے ہیں راستے
کچھ ہم کو اپنی خبر نہیں
کچھ تم سے بھی نہیں ہیں رابطے

طلحہ کے بارے میں سوچ کر ہی چہرے پر پر حدت سانس بکھرتا چلا گیا۔ وہ دور ہو کر بھی کس قدر پاس رہتے تھے مگر انہیں اس دیوانگی کی پروا تھی ہی کب۔

فکر ہوتی تو کیسے۔ وہ تو اپنے بزنس میں بہت بزی تھے۔ انہیں تو اپنی پرسنل لائف کے لیے وقت نہ ملتا تھا تو اسے وقت کیسے دیتے۔

"تم نے ضرغام کے ساتھ شادی سے انکار کیوں کیا؟" وہ چاند کو دیکھنے میں بے طرح سے محو تھی۔ جب سے طلحہ کی آواز نزدیک ہی سے سنائی دی تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ اچانک آ کر اسے کس قدر خوش کر دیتے تھے۔ مگر ان کا سوال قطعاً پسند نہ آیا۔

"میں نے سنا ہے کہ جس سے محبت کی جائے شادی بھی اسی سے ہونی چاہیے۔ زندگی خوشگوار اور پرسکون گزرتی ہے۔"

کمال کا ضبط تھا۔ اور انداز میں ہنوز بے مہری برقرار تھی۔

طلحہ اس کے سامنے آن رکے اور اس قدر قریب تھے کہ وہ ان کی موجودگی سہہ نہیں پائی تھی۔

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ نہیں کرنی مجھے تم جیسی امیچور اور پاگل لڑکی سے شادی، سنا تم نے۔ اور کیا تم نہیں جانتی کہ میرے ساتھ میری ہی طرح کی گرل ایڈجسٹ کر سکتی ہے۔ تم میں کہاں ہے کوئی خصوصیت، کون سی خوبی ہے میری بیوی بننے لائق۔"

"مجھ سے بڑھ کر کوئی آپ کو اس طرح سے نہیں چاہے گا طلحہ! آزما کر دیکھ لیں۔"

"کوئی اس طرح سے بے مول ہو کر بھی ثابت قدم نہیں رہے گا۔"

"مجھے نہیں چاہیے تمہاری محبتیں یہ سب چاہتیں اور محبتیں اس شخص کے لیے رکھو جو ان کی قدر کر سکے۔" عجب بے رخی سے جواب دیا۔

"کبھی تو طلحہ! کبھی تو مجھے سمجھ بھی پائیں گے آپ۔ میں آپ کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے بہت دور جانے کے لیے تیار ہوں مگر پلیز یہ بے رخی' یہ بے اعتنائی مت برتا کریں۔ میری محبتوں اور چاہتوں کو بے مول مت کیا کریں۔ پلیز طلحہ۔"

طلحہ کو اس کی طرف دیکھتے ہوئے کس قدر وقت پیش آئی تھی۔ بس وہی بجھ سکا تھا۔

وہ سمجھتا تھا کہ یہ سب جو اریج کر رہی ہے محض وقتی جذباتیت ہے۔ محض پاگل پن مگر وہ حقیقتاً اس کی ہمتوں اور حوصلے کو داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

میرے اجنبی میرے آشنا
تجھے حرف حرف میں دعا لکھوں
کوئی ایسا وصل نصیب کر
تجھے چاند تارے ہوا لکھوں
اگر نہ بن سکوں کبھی تیرا
تو حیات کو میں فنا لکھوں
اگر نہ ڈر ہو کفر کا مجھے
تو میں تجھے اپنا خدا لکھوں
یہ زندگی قدم قدم پر تیری یاد سے جواں رہے
میرے اجنبی میرے آشنا
میں تجھے کبھی نہ جدا لکھوں

اریج نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کوئی پیاری سی خواہش کی تھی۔

اب وہ جو فیصلہ کرنے جا رہی تھی اس پر عمل کرنا قطعاً آسان نہیں تھا مگر اس کے علاوہ اب کوئی حل بھی نہیں تھا۔ جیسے تیسے کر کے اس نے فی الحال اپنے پروپوزل کی بات کو کلوز کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ابھی بزنس کو تھوڑا ٹائم دینا چاہتی تھی۔

"اگر تم اس کام کو التوا میں نہ ڈالتیں تو طلحہ اور روشی کے ساتھ ساتھ تمہاری اور ضرغام کی بھی بات پکی ہو جاتی۔"

وہ مما کی بات پر حیرانی سے انہیں تکتی رہی۔ نگاہ سامنے کھانا کھاتی ہوئی روشین کی جانب اٹھی تھی۔

وہ بھی جیسے اس سے نگاہیں چرانے لگی پھر مما اور پاپا نے اسے اچھا خاصا لیکچر دے ڈالا۔ نہ جانے ضرغام نے کیا گھول کر پلایا تھا۔ کہ بھی اس کے گن گاتے ہوئے نظر آتے تھے۔ وہ اپنے زخمی دل کو سنبھالنے کی سعی کرتی ہوئی چپ چاپ وہیں بیٹھی رہ گئی۔ کوئی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لے کسی کو اپنی مرضی سے اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک نصیب میں لکھا نہ ہو۔ جب تک قسمت کا فیصلہ اس کے حق میں نہ ہو۔

وہ کب تک اپنی محبت کا پرچار کرتی۔ کب تک اس شخص کے سامنے اپنی محبت کا سوال کرتی۔ وہ تو سراپا

محبت تھی اسے چاہے جا رہی تھی۔ جو اپنا تھا یا نہیں اس بات سے بے نیاز مگر اب یکدم سے نہ جانے کیوں جذبات کی کایا پلٹنے لگی تھی۔

اپنی من مانی اور ضد کرنے سے اسے کیا ملا تھا اور اب کیا ملنے والا تھا؟ یہ بات سمجھ سے باہر تھی۔

پھر وہ جیسے خود کو سنبھالنے کی سعی کرتی چلی گئی۔ اس نے مشیت الٰہی جان کر کسی بھی فیصلے پر نہ تو اعتراض کیا نہ ہی سوچا حتیٰ کہ مما پاپا سے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ وہی کریں جو ان کا دل چاہتا ہے۔ انہیں تو گویا خوشیوں کا خزانہ مل گیا تھا۔

وہ اریج کی رضامندی جان کر چپ چاپ اپنے فیصلے پر سوچ بچار کرنے میں لگ گئے تھے۔

اسے ایسا لگا تھا کہ جینے کا کوئی مقصد ہی نہیں رہا ہے۔ پھر جس طرح سے بھی جیا جاتا فرق تو نہیں پڑتا تھا۔

وہ کئی دنوں سے آفس بھی نہیں گئی۔ اپنے روم میں لیٹی انجانی سوچوں میں مگن رہتی۔ کسی بھی بات کا جیسے ہوش ہی نہیں تھا مگر مما پاپا کے سامنے کمال ضبط سے خود کو کمپوز کر رکھا تھا۔

اس دن بھی موسم بے حد خوب صورت ہو رہا تھا۔ کالی گھٹائیں آندھی اور بارش کا پتا دے رہی تھیں۔ اریج لان میں بیٹھی چائے پینے کے ساتھ ساتھ آفس کی فائلز دیکھنے میں مگن تھی۔ بابا نے ان دنوں اس کے ذمے بہت اہم کام لگایا تھا۔

تمام اکاؤنٹس اسے ہی چیک کرنے تھے۔ اسی لیے اس کے بارے میں انفارمیشن اکٹھی کر رہی تھی۔ اسی اثناء میں کھلے گیٹ سے گاڑی اندر داخل ہوئی گاڑی میں بیٹھے شخص پر نظر پڑتے ہی روح تک سیراب ہوتی چلی گئی تھی۔ کتنے دن گزر چکے تھے اس شخص کو دیکھے ہوئے اس سے بات کیے ہوئے خود کو مارتو وہ چکی تھی مگر سامنے دیکھ کر ایک لگن سی بڑھی تھی پھر اگلے ہی پل خود کو کمپوز کرتی اس سے یوں بے نیاز ہو گئی جیسے اس شخص کے آنے جانے سے اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ اس سے دور دور تک کا کوئی رشتہ نہ ہو۔

اس کا خیال تھا طلحہ وہاں رکے گا نہیں مگر جب وہ چلتے ہوئے سامنے والی چیئر گھسیٹ کر بڑے آرام سے براجمان ہوئے تو اندر ہی اندر اشتعال سا بڑھنے لگا۔

"تم آفس کیوں نہیں آ رہیں' یو نو میں کام کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کرتا۔ نہ ہی بنا لیو کسی کو بنا بتائے چھٹی کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ کیا وجہ ہے تمہاری غیر حاضری کی؟"

اس پل وہ سمپل براؤن کلر کی قمیض شلوار پہنے ہوئے تھے۔ دایاں ہاتھ اپنے پرانے اسٹائل اور عادت کی وجہ سے تھوڑی پر پھیر رہا تھا۔ وہ اپنی اس عادت کی وجہ سے کس قدر اچھے لگتے تھے یہ اریج سے بہتر کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

اب وہ جب اس شخص سے دور جانے کا فیصلہ کر چکی تھی' کسی اور کے سپرد ہونے جا رہی تھی تو پھر ایک بار وہ آزمائش میں ڈالنے چلے آئے تھے۔ وہ مزید کھوئی رہتی جب انہوں نے پھر کہا۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔ جواب دو۔"

"آپ جو پوچھ رہے ہیں اس کا جواب جانتے ہیں پھر ویسے بھی میں ریزائن کر رہی ہوں۔ اب مجھے جاب کی کوئی ضرورت نہیں۔ پاپا کا آفس ہوتے ہوئے مجھے کسی اور کے آفس میں کام نہیں کرنا اسی لیے میں اب آفس نہیں جاؤں گی۔"

طلحہ نے ورطۂ حیرت میں ڈوبی کیفیت سے اسے دیکھا۔ کتنی بدلی بدلی لگ رہی تھی وہ۔ کچھ دنوں پہلے اس کے سامنے کھڑی اپنی محبت کا اعلان کر رہی تھی اور محبت کی جیت پر دلائل دے رہی تھی۔ اس سے اس کی محبت

مانگ رہی تھی اور آج...... آج کی اریج' کوئی اور رستہ اختیار کرنے چلی تھی۔ کسی اور رستے کی مسافر ہونے جارہی تھی۔ کچھ دیر تو وہ اسے دیکھے گئے مگر پھر چہرے پر زہر خندی مسکراہٹ ٹھہری تھی۔

"تم نے ہر بات کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔ تم اسی لیے شاید اس بات سے ناواقف ہو کہ میرے آفس میں جاب کرنے کی شرط یہ تھی کہ تم دو سال سے پہلے جاب نہیں چھوڑ سکتیں۔ اس لیے یہ بچپنا چھوڑو اور سیدھی طرح سے صبح آفس آؤ۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بہت سخت الفاظ بھی نرمی سے کہہ گئے تھے مگر اریج کو کوئی فرق نہ پڑا تھا' تبھی بولی۔

"دو سال تو بہت دور کی بات ہے میں دو منٹ وہاں کام کرنے کی روادار نہیں ہوں۔ ویسے بھی اب میری شادی ہونے والی ہے۔ ضرغام کو میرا جاب کرنا پسند نہیں۔"

کیا کمال کا تیر چلایا تھا اور یہ الفاظ جان بوجھ کر کہے تھے۔ اس کا ردعمل جاننے کے لیے نہیں بلکہ اپنی زندگی میں ضرغام کی ویلیو کا اندازہ لگوانے کے لیے حالانکہ ایسا کچھ تھا ہی نہیں۔

اس کی اور ضرغام کی رسمی اور عام سی گفتگو کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ طلحہ کے اندر نہ جانے کیوں عجب ہلچل سی ہوئی تھی۔ اس نے جس لہجے میں بات کی طلحہ کو چونکانے کے لیے کافی تھا۔

"ایسا تم سے ضرغام نے کہا ہے؟" بے خودی میں وہ سوال طلحہ کے منہ سے نکلا۔

"نہیں مگر میں انہیں بہت حد تک سمجھ بھی گئی ہوں اور جان بھی گئی ہوں۔ ان کی مرضی کے خلاف میں کچھ نہیں کروں گی۔"

"ضرغام مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں' مجھے بھی چاہیے کہ میں ان کی محبت کا احترام کروں۔"

یہ کہہ کر وہ مزید وہاں رکنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ فائل سائیڈ پر رکھتے ہوئے تیزی سے اندر کی جانب بڑھی مگر وہ جاتے جاتے طلحہ ریاض کو کشمکش و پیچ میں تنہا چھوڑ گئی تھی۔

وہ کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا پھر خالہ سے ملنے کی غرض سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆

مما کے بہت کہنے پر وہ ضرغام کے ساتھ شاپنگ کرنے چلی آئی تھی۔

دونوں طرف سے شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھیں۔ ضرغام کی والدہ نے اریج کے لیے ہر طرح سے شاپنگ کی تھی۔ حتیٰ کہ شادی کا سوٹ بھی ڈیزائن کرنے کو دے رکھا تھا۔

روز بروز بڑھتی ہوئی تیاریوں نے اسے بہت الجھا رکھا تھا۔ غصہ اس بات کا تھا کہ اس کی بات بھی پکی ہوگئی وہ اسے پتا بھی نہ چلا۔ اب اگر شادی ہونے جارہی تھی تو کم از کم اسے انوالو تو کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ اپنی چیزوں کے معاملے میں بہت چوزی تھی۔ سلیکشن بھی کمال کا کرتی تھی۔ وہ تو طلحہ کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ اس میں ہر کتنا ہے۔ وہ اسے محض ایک عام اور امیچور سی لڑکی سمجھ کر اگنور کررہا تھا۔ اس کی محبت کو محض بچپنا اور بے وقوفی کا نام دے کر مسترد کررہا تھا۔ اس کے جذبات واحساسات کو کچھ تو سراہتا۔ کم از کم اسے آرام سے سمجھا ہی دیتا۔

ضرغام کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس کی کیا کیفیت تھی وہ ہی سمجھ سکتی تھی۔

ضرغام بلاشبہ ایک ڈیسنٹ اور نائس شخص تھا۔ کوئی لڑکی بھی ضرغام کے ساتھ پر فخر کرسکتی تھی مگر وہ کم از کم یہ نہیں سوچ سکتی تھی حالانکہ ضرغام اس کے ساتھ شاپنگ پر جاتے ہوئے بہت خوش تھا۔ ان دنوں وہ اس سے تھوڑی بات کرلیتی۔ مما پاپا کی خاطر۔ اس کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں تو کرلیتی۔ مگر وہ دل کہاں

سے لاتی۔ وہ جذبات واحساسات کہاں سے لاتی جو وہ طلحہ کے نام کرچکی تھی۔ جس کی محبت کو پوجتی رہی تھی۔

"آپ خوش تو ہیں نا اریج؟"

اس نے اچانک ہی اریج سے سوال کیا تھا۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر چہرہ پرے کرتے ہوئے بولی۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟" بے اختیار ہی زبان سے پھسلا تو ضرغام یکدم چونک سا گیا۔

"کوئی شخص آپ کے ساتھ شادی کرنے جارہا ہے۔ اس پل وہ آپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہے۔ آپ کے ہر حکم پر جی کرنے کو تیار ہے اور کیا چاہیے آپ کو۔"

"ضرغام! شادی کرنے کے لیے اور کیا ضروری ہوتا ہے؟" آنکھوں سے آنسو اللہ اللہ آنے کو بے قرار تھے مگر وہ ضبط کی اعلیٰ حدوں کو چھو کر گزرنا چاہتے ہوئے انہیں پرے دھکیلنے کا کمال فن رکھتی تھی۔

"آپ کی وش بہت اہم ہے اس رشتے کو جوڑنے کے لیے۔"

"نہیں ضرغام! وشز سے کچھ نہیں ہوتا اگر یہ رشتہ جڑ رہا ہے تو جڑنے دیں یہ مت سوچیں کہ میری وش ہے یا نہیں۔ پلیز۔"

وہ بڑے تفکر سے کہہ کر شیشے کے اس پار دیکھنے لگی۔ مگر ضرغام کے اندر بہت سے اضطراب وسوالات نے جنم لیا تھا۔ تو اریج کا اسے توجہ اور ٹائم نہ دینا کسی بھی وجہ کے بغیر نہیں تھا اور اریج کے خیالات جان کر وہ حقیقتاً پریشان ہوا تھا مگر اس بات سے اریج کو قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

ضرغام نے اسے اپنی پسند کی شاپنگ کروائی اور وہ چپ چاپ اس کی خوشی کے آگے بت بنی اس کی دی ہوئی چیزیں لیتی رہی۔

گھر پہنچی تو کافی تھک چکی تھی۔ رات کا کھانا دونوں نے باہر ہی کھا لیا تھا اور کافی پینے کے بعد ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہوئی۔ اس سے ضرغام کا موڈ تو کافی فریش ہوگیا تھا مگر اریج مزید الجھتی چلی گئی۔

اسی لیے گھر آکر کسی سے خاص بات چیت نہیں کی۔ روشین اس کی اور ضرغام کی شاپنگ کی ہوئی چیزیں دیکھ کر خوشی سے اچھل اٹھی کیونکہ وہ یہ سمجھ رہی تھی۔ اریج اب ضرغام کے ساتھ سیٹ ہوجائے گی اور اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں اسے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اسی لیے وہ اس کی لائی ہوئی چیزوں پر ڈسکشن کررہی تھی۔ جواب میں اریج بس سر ہلا رہی تھی۔ یا ہوں ہاں کررہی تھی۔

اریج کو لگا کہ وہ ایسی دلدل میں پھنس چکی ہے جہاں سے اس کا نکلنا بہت مشکل تھا۔

کوئی رستہ نہیں مل رہا تھا کوئی منزل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ عجیب سی بے خودی تھی۔ بے بسی و بے چینی کے پل تھے جو اسے پریشانی میں دھکیلتے چلے جارہے تھے۔

روشین کے جانے کے بعد وہ تکیے میں سر دیے زاروقطار رودی۔

تم کبھی جان پاؤ گے کیا؟
اس بے قراری کی بیتی
ہوئی کیفیت کو
کیا تم سمجھ پاؤ گے؟
بے چینیوں کے ٹھہرے موسموں کو

تم ان بھیگتے جذبات واحساسات
کو محسوس کرو تو
ان میں کتنی تپش میرے سنگ سنگ
چلی ہے
ہر پل سانسیں جیسے الجھی ہوئی ہیں
قدم ڈگمگانے لگے ہیں
منزل گمی ہوئی ہے
تم کچھ بھی جان پاؤ گے کیا؟

روتے ہوئے وہ نہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ کچھ پتا نہ چل سکا۔

☆☆

وہ منہ پر ہاتھ رکھے ششدر کھڑی تھی۔ ابھی ابھی جو کچھ ہوا تھا۔ سب بے یقینی کی کیفیت سے مزین تھا۔ یہ کوئی خیال نہ تھا۔ سراب نہ تھا بلکہ حقیقت تھا۔

سامنے طلحہ اور روشین سر جھکائے بیٹھے تھے اور سائیڈ پر پاپا کھڑے ہوئے اسے زہر خند نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہی ضرغام ان سے یہ کہہ کر جا چکا تھا کہ وہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو ضرغام بھی کسی طور یہ شادی کرنے پر رضامند نہیں۔ وجہ معلوم کرنے پر روشین نے ساری بات پاپا کے گوش گزار کر دی۔ تو پاپا مشتعل ہو کر اریج پر ہاتھ اٹھا بیٹھے تھے۔ اریج کی وجہ سے دونوں فیملیز میں دوریاں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ یہ بات اگر پہلے پاپا کو کہتی تو وہ سوچ سکتے تھے اور پھر روشین نے اس موقع پر بات کر کے بلاشبہ غلط کیا تھا۔ اس بات کا افسوس طلحہ کو زیادہ تھا۔ اریج چپ چاپ پٹتے ہوئے آنسوؤں سمیت ان کی بات سن رہی تھی۔ جو کہہ رہے تھے۔ "کہ اپنی اولاد کو ڈھیل اور پیار و توجہ دے کر میں نے بہت غلطی کی ہے۔" وہ محبت محبت کا پرچار کرتے ہوئے آج گنگ زبان سے کھڑی تھی۔

وہ طلحہ پر بھی ناراض تھے کہ اتنا کچھ ہو گیا۔ نوبت یہاں تک آن پہنچی تو اس نے ذکر کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔

مما نے انہیں ریلیکس کرنے کو کہا تھا۔ ساتھ میں یہ بھی کہا کہ "یہ اتنی بڑی بات نہیں جتنا آپ بڑھا رہے ہیں۔ گھر کی بات ہے گھر میں ہی حل ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔"

"تم نہیں سمجھ سکتیں طاہرہ بیگم! کیا کیا ہے اس نے باپ کا نام ڈبو دیا۔ کتنے مان سے وہ لوگ رشتہ پکا کر کے گئے تھے۔ اس بچی کے گن گاتے نہیں تھکتے تھے مگر یہ بچی سب کچھ خود ہی طے کر تی گئی اور ضرغام سے بھی کہہ دیا کیا ضرورت تھی یہ سب بکواس کرنے کی؟" وہ کسی طور ٹھنڈے نہیں ہو رہے تھے۔

اریج روتے چہرے کے ساتھ سیڑھیاں عبور کرتے ہوئے اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔ جب کہ طاہرہ بیگم انہیں غصہ نہ کرنے کی تاکید کر رہی تھیں۔

روشین اریج کی پیروی میں اوپر کی جانب بڑھی۔ مبادا وہ غصے میں کچھ کر ہی نہ لے۔

روشین نے اس لمحے پاپا کو سب بتا کر بظاہر غلط کیا ہوگا مگر ایسا شاید اریج کی بہتری کے لیے ہی ہوا تھا۔

"اب کیا کہتے ہو طلحہ! مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا ہے۔ وہ لوگ کیسے بے عزت کر کے چلے گئے۔ ضرغام

نے الگ اریج پر انگلی اٹھائی کہیں کا نہیں چھوڑا مجھے۔" ان کی آواز میں پریشانی بہت واضح تھی۔

"کیا تم اریج سے شادی کر سکتے ہو طلحہ؟"

انہوں نے بہت شکستہ لہجے میں کہا تھا اور طلحہ کو اپنا آپ بھی ان کی بات پر گم ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا مگر وہ چپ چاپ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کمال! طلحہ کی بات روشین سے طے ہوئی تھی۔" طاہرہ بیگم نے کہا۔

"یہ بہت ضروری ہے طاہرہ بیگم! بیٹیوں کے جذبات اور احساسات بہت نازک ہوتے ہیں۔ وہ اس موڑ پر آ گئی ہے جہاں سے اسے واپس نہیں موڑا جا سکتا اور یہ میں نہیں کہہ رہا روشین خود کہہ گئی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اریج صرف طلحہ کے ساتھ ہی خوش رہ سکتی ہے۔" ان کی بات پر طلحہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

اب باقی کچھ بھی کہنے کے لیے بچا ہی کیا تھا۔

تو اریج کمال کی محبت جیتنے جا رہی تھی۔ اس کی محبت میں اتنی طاقت تھی کہ وہ طلحہ کو اپنے مقدر کا حصہ بنانے چلی تھی۔ وسیلہ کیسا بھی بنا تھا۔ وجہ جو بھی بنی تھی مگر اس نے طلحہ کو مسخر کر ہی لیا تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لیے جتنی بھی تگ و دو کی تھی وہ سب بے مائع اور بے وقعت نہیں گئی تھی۔

اگر ضرغام اور اس کی فیملی خود رشتے کو توڑ گئے تھے تو یہ روشین ہی کی وجہ سے ممکن ہوا تھا۔

اسی نے ضرغام سے ایسا سب کچھ کرنے کو کہا تھا۔ کیونکہ روشین جانتی تھی کہ اریج صرف طلحہ کی ہے اور طلحہ کی ہو کر رہے گی۔ اریج طلحہ کے بنا ادھوری ہے اگر کوئی اسے مکمل کر سکتا ہے تو وہ طلحہ ہی ہوگا۔

پھر بزرگوں کی میٹنگز بھی منعقد ہو چکی تھی۔ اریج نہیں جانتی تھی کہ یہ سب کیسے ہوا تھا کس طرح وہ طلحہ تک رسائی حاصل کر پائی تھی۔

سہاگ کا سرخ جوڑا زیب تن کیے وہ طلحہ کے بیڈ روم میں بیٹھی تھی۔ بے یقینی کی کیفیت ہر طرح سے نمایاں تھی طلحہ کیسے مان گئے تھے؟ کب اسے طلحہ کے نام کی مہندی لگی اور کب وہ رخصت ہو کر اس کے بیڈ روم تک لائی گئی تھی۔ کچھ بھی ہوش نہ رہا۔

کچھ بھی پتا نہ تھا اگر پتا تھا تو صرف اور صرف اس بات کا کہ وہ اس کی ہو چکی ہے۔ اس کے ہاتھ پر طلحہ کے نام کی مہندی لگ چکی ہے۔

آہ محبت ملی بھی تو کس صورت' دل بے خبر کو یہ بھی نہ پتا چلا کہ وہ پیا دیس چلی آئی ہے مگر اس طرح سے آتے ہوئے وہ مما پاپا سے رو رو کر معافی مانگ رہی تھی۔

آنٹی جو اسے اپنی بہو بنا کر بے حد خوش تھیں اس کے شانہ بشانہ کھڑی تھیں۔ اس کا سہارا بنی ہوئی۔

پھر پاپا مزید ناراض کیسے رہتے۔ ناراض رہنے کو رہا بھی کیا تھا۔

روشین اس کی رخصتی پر بے حد روئی تھی مگر وہ آنسو اس بات کی خوشی کے بھی تھے کہ اسے اس کی محبت مل چکی ہے۔

اسی طرح سے بیٹھے بیٹھے وہ نیند کی پر سکون وادیوں میں اترتی چلی گئی۔ اس بات سے بے نیاز کہ طلحہ کا ری ایکشن کیا ہوگا؟ شاید آج کئی دنوں بعد وہ لا پرواہی کی نیند سو پائی تھی۔ چہرے پر ہنوز پہلے جیسی معصومیت عیاں تھی۔

کتنے ہی لمحے یونہی بیتتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ گھڑی نے رات کے دو بجا دیے۔ اسی اثناء میں طلحہ نے

کمرے میں قدم رنجہ فرمائے۔ بے حد تھکان اور بے چینی انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ وہ اپنے تئیں شرمندہ تھا کہ نہ چاہ کر بھی اریج کو اپنی زندگی کا حصہ بنا بیٹھے۔ اسے کس طرح سے ٹھکرایا۔ کس طرح سے بے عزت کیا۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنا رستہ بدل لے کہ شاید وہ اسے خوشیاں نہ دے سکے۔ کس قدر ٹوٹ کر بچپن سے چاہتا آرہا تھا مگر وہ جب رشتہ بدل گئی تھی اسے کسی اور ہی نہج پر سوچنے لگی تھی تو اس سے رہا نہیں گیا کہ وہ اپنے اور اس کے رشتے کی یوں دھجیاں اڑائے۔ کبھی کو دونوں کے رشتے پر بے حد مان تھا مگر انکل نے جس طرح سے بی ہیو کیا انہیں بے حد افسوس تھا پھر بھی وہ روشمین کے کہنے پر اس رشتے کے بارے میں مان گئے۔ باوجود طلحہ کے یہ کہنے کے کہ وہ خشک مزاج آدمی اسے خوش نہیں رکھ سکتا۔ وہ محبت کے جذبے سے باخبر تھا ہی کب!

شاید طلحہ نے کبھی کسی کو چاہا نہیں تھا۔ کسی سے ٹوٹ کر محبت نہیں کی تھی۔ تبھی تو وہ اریج کے جذبات کو محض فضول بکواس سمجھ کر مسلسل اس لیے نظر انداز کرتا آرہا تھا تاکہ وہ اپنے لیے اچھا لائف پارٹنر چن لے مگر طلحہ نہیں جانتا تھا کہ اریج اس سے اس قدر ٹوٹ کر بھی محبت کر سکتی ہے کہ اس کے بے حد بے عزت کرنے پر بھی وہ اپنی محبت میں کھری تھی۔ اسی لیے تو اس کی بیوی کے روپ میں اس لمحے اس کے سامنے موجود تھی۔ کتنا خوش نصیب تھا وہ کہ اسے اتنی چاہنے والی لڑکی ملی تھی اس قدر محبت کرنے والی مگر دکھ اس بات کا تھا کہ وہ ان محبتوں کی قدر نہ کر سکا تھا۔ تو کس طرح اب وہ اریج کے سامنے جاتا۔

اب جب دونوں ازدواجی تعلق میں بندھ چکے تھے تو پھر بھی وہ اس کی جانب بڑھنے سے اس قدر ڈر کیوں رہا تھا۔ شاید کہ وہ محبت و التفات کا عادی نہیں تھا یا شاید وہ ان موسموں ان جذبات سے عاری تھا مگر نہیں وہ نازک سا سراپا جس کا سر سائیڈ پر ڈھلک گیا تھا۔ وہ سراپا تو قیامت خیز مجسمہ لگ رہا تھا۔ دل و روح میں ہلچل مچاتا ہوا۔ جذبات و احساسات کی آبیاری مانگتا ہوا۔

طلحہ بے چینی سے شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے واش روم کی جانب بڑھے۔ تاکہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد تھکان اتاری جا سکے۔ کچھ ہی منٹ بعد وہ چینج کر کے بال رگڑتا باہر کی جانب بڑھ آیا۔ وہ ہنوز سامنے خود سے لاتعلق تھی۔

طلحہ کا سونے کا فل موڈ تھا اور رات کا یہ پل تھکا دینے بڑھانے کو بے قرار تھا۔ جی چاہا کہ اس کے پاس جا کر کوئی پیاری سی شرارت کر دے۔ اسے خود میں سمیٹ کر اپنے اندر موجود جذبوں سے آشنا کر دے مگر ابھی ان سب باتوں کا وقت نہ تھا۔

ابھی تو ہجر و فراق کا موسم دونوں کے مابین مزید ٹھہرتا تھا۔ ملن کا موسم دور نہ تھا مگر وہ اسے بے حد خوب صورت طریقے سے منائے گا۔ تاکہ کوئی شکوہ نہ رہے کوئی گلہ نہ رہے۔

مسکراتے ہوئے لائٹ آف کر دی۔ سائیڈ پر پڑا کمبل اٹھایا اور اس کے گرد اوڑھا دیا اور خود سائیڈ پر جگہ بناتے ہوئے دوسرا کمبل اوڑھ لیا۔ نہ تو اسے صوفے پر سونے کی عادت تھی نہ ہی طلحہ کو یہ زحمت گوارہ تھی۔ کہ وہ ان تکلفات میں پڑتا۔

دونوں اپنی اپنی جگہ پر براجمان ایک دوسرے سے بے خبر تھے اور یونہی رات دھیرے دھیرے گیت گاتے ہوئے کھسکتی چلی گئی۔

☆☆

صبح نے اپنے ہونے کی اطلاع دی۔ تو کھڑکی سے آتی ہوئی سورج کی شعاعوں نے اسے کروٹ لینے پر مجبور کر دیا۔

اسی اثناء میں اس کا سر طلحہ کے سینے سے ٹکرایا جو کہ بہت ہی قریب خود سے بے خبر تھا۔ کچھ دیر وہ یونہی اس کے سینے میں سر دیے بے نیازی سے لیٹی رہی مگر طلحہ کو اس کے لمس کی خبر ضرور ہوئی تھی۔

حواس یکدم سے بیدار ہوئے تو پتا چلا کہ اس کے گرد طلحہ کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ عجب خوبصورت لمحات تھے۔ بے گانہ ہو کر بھی یگانہ جیسے۔

جی چاہا اسی طرح وہ بازوؤں میں لپٹی رہے۔ اس کا لمس، حدت، بے خود کر دینے کو کافی تھے مگر وہ بے خود ہو کر بھی ہوش و حواس میں تھا۔

یہی وہ معصوم سا چہرہ تھا جو دل کے ہر لمحے بے حد قریب رہتا تھا۔ جسے کھونے کا ڈر پل پل بے چین رکھتا تھا۔ جس وجود کو اس نے انگلی پکڑ کے چلنا سکھایا تھا وہ وجود آج بہت ہی مختلف اور قریبی رشتے کی ڈور میں بندھا سانسوں سے بھی زیادہ قریب تھا۔

کتنے دکھ دیے تھے۔ اس وجود کو انجانے میں۔ لمحہ لمحہ تڑپایا تھا مگر اسے تڑپا کر وہ خود کب چین سے رہا تھا۔ خود کب سکون سے رہ پایا تھا۔

یونہی آنکھیں موندے وہ اریج کو اپنے حصار میں لیے لیٹا رہا تھا۔

اریج کچھ لمحے بعد کسمسائی تھی۔ اس کے سینے پر سے سر ہٹا کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو اسے اتنے قریب پا کر رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے تھے۔ دل کی دھڑکنیں عجب لے پر دھڑکنا شروع ہوئی تھیں۔

پھر خیالوں کا وسیع در کھلتا چلا گیا۔

اسے جھٹ سے خود سے دور نہیں کیا۔ بلکہ بس آنکھیں کھولے طلحہ کی جانب دیکھتے چلی گئی۔

اگلے ہی لمحے طلحہ نے اس کی جانب دیکھا تو حصار یکدم سے ڈھیلا پڑا تھا۔ گرفت کی چولیں مدھم ہوتی چلی گئیں اور پھر وہ اسے اپنے وجود سے آزاد کیے تیزی سے کروٹ بدل کر رخ موڑ گیا۔ انداز جیسے اس سے کنارہ کش تھا یا پھر اپنے جذبات کو چھپاتا تھا۔

وہ آہستہ سے اٹھتی ہوئی بیڈ سے نیچے اتر گئی۔ اتنا بھاری لباس پہن کر سوئی تھی مگر نیند نے ذرا بھی احساس نہ ہونے دیا۔

فوراً سے پیشتر اس نے ڈریسنگ روم کا رخ کیا تھا۔ وہ اس وزنی لباس میں مزید نہیں رہ سکتی تھی۔

طلحہ کا ابھی مزید کچھ دیر سونے کا ارادہ تھا مگر دروازے پر ہونے والی دستک نے اس کا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔

سامنے مما کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر طلحہ کی ساری تھکان اڑن چھو ہو گئی تھی۔ وہ اریج اور اس کے لیے کپڑے لے کر آئی تھیں۔ ساتھ میں دونوں کو جلد ہی تیار ہونے کا کہہ رہی تھیں۔ ویسے بھی صبح کے گیارہ تو بج ہی چکے تھے ان کے کہنے کے مطابق خالہ لوگ اریج کے لیے ناشتہ لے کر آرہے تھے۔ یہ ان کی بہت خاص رسم تھی۔

وہ ان کے جانے کے بعد پھر بستر پر دراز ہو گیا۔

اریج کچھ ہی دیر میں فریش ہو کر باہر نکلی تھی لمبے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اسے ڈریسنگ روم میں جو ڈھیلا ڈھالا سا سوٹ ملا وہ وہی پہن چکی تھی۔ بہت ہمت کر کے وہ روم میں چلی آئی تھی۔

طلحہ کے موجود ہوتے ہوئے اس کمرے میں رکنا کس قدر مشکل تھا اس کے لیے وہی سمجھ سکتی تھی۔

"مما! تمہارے لیے یہ سوٹ دے کر گئی ہیں۔ تمہیں یہی پہننا ہوگا۔"

اسے آتا دیکھ کر وہ بیڈ سے اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھتا ہوا اچانک رک کر گویا ہوا۔ چہرے پر کمال سنجیدگی رقم تھی اور اریج بھی اس کی طرف دیکھنے سے قاصر سر جھکائے ہوئے سامنے موجود تھی۔ طلحہ کے واش روم میں گھستے ہی اس نے اندر دبا ہوا سانس بحال کیا تھا اور چپ چاپ ہیئر ڈرائیر نکالے بالوں کو ڈرائے کرنے لگی۔

ڈریسنگ روم کی سہولت سے ایک بار پھر فائدہ اٹھاتے ہوئے آنٹی کا دیا ہوا خوب صورت سا میرون کلر کا کامدار سوٹ زیب تن کیا۔ پھر بالوں کی چوٹی بنائی اور ہلکا پھلکا سا میک اپ کر کے اپنی تیاری کو اوکے کر دیا۔

کیونکہ وہ جانتی تھی روشین کے آتے ہی اسے ہیوی میک اپ کرنا ہوگا۔ وہ جیولری پہنائے بغیر رہ نہیں سکتی تھی۔ یہ سب کرنا اس کے لیے اس لیے مشکل تھا کہ اب وہ طلحہ کا کوئی بھی کمنٹس سننے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

جب تک طلحہ چینج کر کے آیا وہ صوفے پر بیٹھی میگزین میں مکمل طور پر غرق تھی۔ محض ایک نظر اریج کے وجود پر ڈالتے ہوئے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنانے لگا۔

اریج کی نگاہیں بے اختیار ہی اٹھی تھیں۔ طلحہ نے خود پر ڈھیر سارا پرفیوم چھڑکا تو پورا کمرہ مہک گیا اور وہ اس سحر زدہ سے ماحول میں بے خود ہونے لگی۔ نگاہیں بدستور طلحہ کے گرد طواف کر رہی تھیں۔ طلحہ نے اس کی اس قدر محویت دیکھی تو چہرے پر یکایک سے مسکان آن ٹھہری تھی۔ اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اریج کی نگاہیں مزید نہ اٹھ سکی تھیں۔

ابھی وہ سر جھکائے دوبارہ میگزین میں محو ہوئی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی وہ کھولنے کے لیے اٹھنا ہی چاہتی تھی کہ طلحہ اس سے پہلے آگے بڑھا تھا۔ روشین مسکراتے ہوئے اندر بڑھ آئی۔ طلحہ کو سلام کرنے کے بعد وہ اریج کے گلے لگ گئی۔

"بس اتنی مختصر سی تیاری...... تم اب شادی شدہ ہو چکی ہو۔ اب سے تمہیں بہت ویل ڈریسڈ اور میک اپ میں رہنا ہوگا۔"

روشین کے کہنے پر وہ چونک کر طلحہ کو دیکھنے لگی۔ شادی شدہ ہو کر بھی وہ شادی شدہ کب تھی۔ جس شخص کو چاہا تھا اپنا سب کچھ مانا تھا اور پھر وہ اس کی نسبت سے اس کے ہمراہ بھی چلی آئی تھی مگر اس نے کب اسے دل سے قبول کیا تھا۔

طلحہ وہاں مزید نہیں ٹھہرا تھا۔ کیونکہ اب روشین کا ارادہ اسے مزید تیار کرنے کا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس نے اریج کو بالکل دلہن کی مانند سجا دیا تھا۔

نیچے بھی گیسٹ موجود تھے۔ اگر اریج سمپل سی جاتی تو آنٹی کے سسرال والوں کو ذرا اچھا نہ لگتا۔ دوسروں کے لیے ہی صحیح اب اریج چپ چاپ تیار ضرور ہوئی تھی۔

پھر روشین اسے لے کر نیچے چلی آئی۔ نگاہیں تھیں کہ زمین سے لگنے کے بعد پھر سے اٹھ نہ پا رہی تھیں۔ طلحہ سامنے ہی کزن کے ساتھ باتیں کرنے میں محو تھے۔

اس وقت لاؤنج میں بہت سے لوگ براجمان تھے۔ اریج کے مما پاپا کے علاوہ طلحہ کی فیملی پھر آنٹی کے سسرال والوں میں ان کی ساس اور آنٹی کی نند اور بچے وغیرہ۔

ان کا آج کل میں واپس جانے کا پروگرام تھا مگر کل کا شاندار ولیمہ اٹینڈ کرنے کے بعد۔

اسے آتا دیکھ کر آنٹی آگے بڑھ آئی تھیں اور اریج کو طلحہ کے ساتھ ہی صوفے پر جگہ دی۔ پتا نہیں یہ کیسی رسم تھی۔ طلحہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ماشاء اللہ! بہت خوب صورت جوڑی ہے اللہ نظر بد سے بچائے۔"

طلحہ کی دادی ماں نے دونوں کی ڈھیر ساری بلائیں لیں۔ خاندان میں وہی بزرگ خاتون تھیں۔ پھر انہوں نے اریج کے ہاتھ پر سرخ نوٹ رکھ دیے اور سر پر بوسہ دیا۔

مما پاپا سے ملنے کے بعد ناشتے کا سلسلہ شروع ہوا۔ بہت ہی مشکل وقت تھا اس کے لیے ساتھ میں بیٹھا شخص جو اس کا ہو چکا تھا مگر اس سے اس طرح سے بیگانہ بیٹھا تھا۔ جیسے اس سے کوئی بھی رشتہ نہ ہو۔ طلحہ اس کے اندر ہونے والی اضطرابی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ جو بظاہر ناشتہ کرنے میں مگن تھی۔

سبھی خوش تھے۔ مگر اریج کے چہرے پر سنجیدگی واضح رقم تھی۔ جیسے اسے کوئی خوشی نہ ہوئی ہو۔ وہ کیا بتاتی طلحہ کو کہ اس کی لاتعلقی کس قدر ہرٹ کرتی ہے اسے۔

خدا خدا کر کے ولیمے کا دن بھی خیریت و عافیت سے گزر گیا تھا۔ پی سی ہوٹل میں ولیمے کا شاندار اہتمام سب کیلیے بہت ہی شاندار اور خوب صورت وقت تھا جو کہ دونوں کے حوالے سے مقید کر لیا گیا تھا۔

پھر دھیرے دھیرے ہر کوئی اپنی لائف میں مگن ہو گیا اور طلحہ نے باقاعدگی سے آفس جانا شروع کر دیا۔ دونوں ہی ایک دوسرے سے بیگانہ اپنی اپنی زندگی میں محو تھے۔ وہ اریج جو طلحہ کی خواہش میں اس مقام تک آن پہنچی تھی۔

اب اس سے کسی بھی طرح کا شکوہ نہیں کرتی تھی۔ اس سے یہ نہیں کہتی تھی کہ اسے اس کی محبت چاہیے وہ اب اس کی بیوی ہے تو اسے وہ مقام اور توجہ چاہیے سچ یہ تھا کہ اس کے جذبات و احساسات نے یکدم سرد مہری کی دبیز چادر اوڑھ لی تھی۔

وہ آنٹی کے ساتھ یا تو کام کرنے میں مگن ہوتی یا پھر باتیں کرنے میں اس کے آنے سے آنٹی کی تو زندگی ہی مہک اٹھی تھی وہ اور انکل اس کی بلائیں لیتے نہ تھکتے۔

اریج کا زیادہ تر وقت آنٹی کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔

مگر وہ اس کے اور طلحہ کے مابین اس دیوار کو محسوس نہ کر پائی تھیں کیونکہ طلحہ صبح ناشتہ کر کے نکلتے تو رات گئے دیر تک ہی واپس آتے۔ وہ اکثر سو چکی ہوتی تھی۔

طلحہ خود اس زندگی سے فیڈ اپ ہو چکا تھا۔ اسے غصہ اس بات پر آتا تھا کہ اریج اس کا ہر کام چپ چاپ اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی مگر اس سے کبھی بھی کوئی فرمائش نہیں کرتی تھی۔ نہ ہی اس کو رات کو دیر سے آنے پر ٹوکا۔ اسے خوشی ہونے کے بجائے جھنجلاہٹ سی ہونے لگی تھی۔

انجانے میں وہ یہ خواہش کرنے لگا تھا کہ طلحہ رات کو دیر سے گھر آئے تو وہ اس سے لڑے۔ اس کو اپنی

اہمیت اور مقام کا احساس دلائے۔ اس سے روٹھ جائے تو طلحہ کو اسے منانا پڑے۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہو[illegible] تھا۔

وہ جو اپنے سارے منجمد احساسات و جذبات کو دل کے دریچوں میں بند کر چکی تھی۔ محض کٹھ پتلی کی مانند بی ہیو کرتی تھی۔ نماز پڑھ کر لمبی لمبی دعائیں اس کی سلامتی کی مانگتی تھی۔ مگر بذات خود اس سے کبھی یہ نہیں کہ[illegible] کہ اس کے پاس اریج کے لیے وقت کیوں نہیں۔ وہ تو بس چپ چاپ اسے رب سے مانگتی چلی جاتی تھی۔

خود شکوہ نہیں کیا مگر اس کی محبت کی آرزو ضرور کرتی تھی۔ اس کی لمبی لمبی دعائیں ہی تھیں جو شاید رنگ لائیں تھیں کہ طلحہ کو اس بات کا احساس ہو چلا تھا کہ وہ اریج کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے۔ اس کا قصور کیا تھا۔ یہی کہ اس نے طلحہ سے بے حد محبت کی اور اسے پالیا۔

☆☆

اس رات آندھی اور بارش نے اچانک ہی بہت تیز رخ اختیار کر لیا تھا کہ طلحہ کو ڈرائیونگ کرنا بے حد مشکل لگ رہا تھا۔ کراچی شہر کا ٹریفک اور رات کا وقت۔ مگر طلحہ نے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے بہت نارمل انداز میں ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی۔

پورے دن کی تھکان سے پور پور دکھ رہا تھا۔ ایسے میں یہ موسم اور گھر پر وہ جائے نماز پر بیٹھی مسلسل درود پاک پڑھتے ہوئے اس کے خیریت سے لوٹ آنے کی دعائیں مانگنے میں مصروف تھی۔ آج کل ویسے بھی کراچی کے حالات خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔ آئے دن ہنگامے اور دھماکے۔

وہ ٹریفک میں بری طرح پھنسا ہوا تھا اور یہاں اریج کے اندر عجب سی ہلچل ہوتی چلی گئی۔

"کیا فرق پڑتا طلحہ! اگر آپ مجھے دل سے قبول کر کے میرے ساتھ پر تھوڑا خوش ہی ہو جاتے۔ محبت کی بھیک نہیں چاہیے مگر جب بیوی بنایا تھا تو باقی فرض بھی نبھاتے۔"

دعائیں مانگتے ہوئے آنکھوں سے اشک جاری تھے۔

روتے روتے آنسو بھی خشک ہو چلے۔ وہ تسبیح پڑھنے میں اس قدر محو تھی کہ اندر آتے ہوئے طلحہ کا وجود نہ دیکھ سکی۔ وہ اسے اس طرح سے جائے نماز پر بیٹھا دیکھ کر بے یقینی کی سی کیفیت میں گھرا ہوا تھا۔

اس بات سے واقف تو تھا کہ وہ اس کے لیے دعائیں کرتی ہے۔ اس کی خیریت و عافیت کے لیے دعائیں مانگنا اریج کو کس قدر اچھا لگتا تھا۔

بریف کیس سائیڈ پر رکھے وہ چینج کرنے کی غرض سے سامنے سے گزرا تو اریج نے یکدم سے جھکا چہرہ اٹھایا تھا۔

طلحہ آ چکے تھے بالکل خیریت و عافیت سے۔ انہیں ٹھیک ٹھاک سامنے دیکھ کر بے اختیار لب سے "اللہ کا شکر ہے" نکلا تھا۔

مگر یہ کیا طلحہ اس کے سامنے سے بے نیازی سے گزرتا واش روم کی جانب بڑھا کیونکہ وہ بارش میں (کا) خاصا بھیگ چکا تھا۔

اریج نے جائے نماز لپیٹی اور اس کے لیے چائے بنانے کے لیے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ حالانکہ طلحہ نے اس سے فرمائش نہیں کی تھی مگر وہ جانتی تھی اس سردی میں طلحہ کو چائے کی کتنی ضرورت ہو گی۔

ایک پل کے لیے احساس بن کر آجاتے
دوسرے ہی پل خواب کی طرح اڑ جاتے ہو
جانتے بھی ہو کہ ڈر لگتا ہے تنہائیوں سے
پھر بھی تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہو

وہ چائے لے کر روم میں آئی تو طلحہ ہیٹر کے آگے بیٹھے ہاتھ سینک رہے تھے۔ چائے سائیڈ پر رکھ کر مڑی تو طلحہ نے اسے پکار لیا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے اریج!"

آہ کتنے دنوں بعد وہ یوں مخاطب تھے جی چاہا سارا کچھ قدموں میں نچھاور کر دے۔

طلحہ بیڈ پر بیٹھ گئے اور وہ صوفے پر ٹک گئی۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ اب وہ وقت آ چکا ہے کہ میں تمہاری ساری غلط فہمیاں دور کر دوں۔ ساری خفگیاں مٹا دوں۔ آئی ایم سوری اریج! میں تمہاری محبت کی قدر نہیں کر سکا۔" طلحہ نے ٹھہر ٹھہر کر بات شروع کی تو اس کی سانسیں یکدم سے تیز ہوتی چلی گئیں۔

"میں نے تمہاری محبت اور چاہت کو ہمیشہ ٹھکرایا اریج! کیونکہ میں اس سب کو محض بچپنا سمجھتا تھا۔ میرے نزدیک لڑکیوں کو اعتراف محبت نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر کوئی ان کو اعتراف محبت پر اپنی محبت دان نہیں کر سکتا۔" اس نے آہستہ اور مدھم آواز میں کہا تو اریج نے چونک کر طلحہ کی جانب دیکھا۔

"محبت..... چاہت..... مجھے ان سب کے لیے وقت ہی نہیں ملا اریج! میں تو ایک پریکٹیکل اور سیدھی سادی زندگی گزارنے والا عام سا شخص تھا۔ تمہاری محبت نے مجھے سرتاپا بدل کر رکھ دیا ہے۔ میں ان سب کو خرافات سمجھتا آیا ہوں کیونکہ میرے نزدیک محبت محض اپنی ذاتی چیزوں سے کی جائے جس کے اپنے ہونے کا یقین ہو تو زیادہ بہتر رہتا ہے۔ ورنہ ساری عمر پیاس، تشنگی اور رسوائی ہاتھ آتی ہے۔

پھر محبت کرنے کے بعد ایسا سمجھنا کہ وہ شخص ہمیں ہر صورت مل بھی جائے گا یا اسے پانے کے لیے ہر حد سے گزرنا بھی ضروری نہیں کیونکہ عملی زندگی میں یہ سب باتیں محض افسانوی باتیں لگتی ہیں۔ حقیقت سے بہت دور۔

مجھے کسی صورت یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ تم میرے سامنے رو رو کر اپنے جذبات کو بے مول کرتیں۔ تمہاری عزت نفس مجروح ہوتی تو تکلیف ہمیشہ مجھے ہوتی اریج اور میں آج اس بات کا اعتراف بھی کرتا ہوں کہ میں تم سے کل بھی بے حد محبت کرتا تھا اور آج اس سے بھی زیادہ کرتا ہوں۔" وہ بہت رسان سے ہر موقف کو اریج پر واضح کر گئے تھے۔

"تم خود ہی سوچو اریج! محبت کرنے کے بعد اس کا ڈھنڈورا پیٹنا کتنا اکورڈ سا لگتا ہے اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ ان جذبات و احساسات سے کھیلتا ضرور۔ مرد کے لیے یہ سب تو بہت ہی نیا اور اچھا ہوتا ہے مگر پھر جب عورت کو بے مول ہونا پڑے تو اسے اس بات سے قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا اریج اور ہر شخص جذبوں کی آبیاری کرنا نہیں جانتا۔ ہر شخص محبت کے احترام اور پاسداری کا موقف سنبھالے رکھنے کا طرفدار نہیں ہو سکتا۔"

طلحہ کی باتیں جیسے رگ و پے میں اترتی جا رہی تھیں۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے وہ اس کی بے وقوفیاں اس کی شدتیں اگر بے مول ہو جاتی تو۔ پھر کچھ لمحے تک دونوں کے مابین گہری خاموشی چھائی رہی۔

"میں ضرغام کا بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے کہنے پر اپنا پرپوزل واپس لے لیا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری اس قدر چاہتیں بے مول ہو جائیں۔ میں واقعی میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے اس قدر چاہنے والی لڑکی ملی۔ جو ہر پل میرے لیے دعائیں کرتی ہے۔" اب طلحہ کا موڈ تھوڑا فریش ہو چلا تھا۔

"یونہی دور بیٹھی سسکتی رہو گی یا پاس بھی آؤ گی۔" بے اختیاری طلحہ کے منہ سے پھسلا تو اریج کی آنکھوں سے اشکوں کا ایک سیلاب سا چل نکلا۔

وہ اٹھ کر اریج کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا اور اسے خود سے لگا کر سہارا دیا تھا۔

کتنے دنوں سے وہ ضبط کی انتہائیوں کو چھو کر گزر رہی تھی۔ اب وہ اس کندھے کا سہارا حاصل کر پائی تھی۔ اپنے گرد وہ مضبوط حصار اسے اس بات کا احساس دلا رہا تھا کہ طلحہ اب اس کے ہیں اور وہ اسے دل سے قبول کر چکے ہیں۔

"اریج! تمہارے آنسو مجھے آج بھی اتنی ہی تکلیف دیتے ہیں جتنے پہلے دیتے تھے۔"

اپنے ساتھ لگائے وہ اسے چپ کروانے میں مگن تھا۔

"تم نے بھی ایسی شادی دیکھی ہے کہ جس پر دونوں میاں بیوی بنا ہنی مون کے ہی اپنی زندگی گزار رہے ہوں۔" وہ یکدم سے دور ہٹی۔

"نہیں نا اور تم نے بھی اس قدر پاگل لڑکی دیکھی ہے جو اپنی محبت اور چاہت کو پا کر بھی اس سے بہت دور رہتی ہے۔ ویسے میں تمہارے صبر اور ہمت کی داد ضرور دوں گا۔" اب وہ مسکراتے ہوئے اسے مسلسل چھیڑے جا رہے تھے۔

"طلحہ! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"تم مجھ سے یوں دور دور رہو گی تو اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"جی۔" وہ حیران ہی تو تھی اس کی باتوں پر۔

"اوکے! یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے ناراض تو نہیں۔ تمہارے دل میں کوئی رنج تو نہیں۔" طلحہ نے اسے پیار سے خود سے قریب کرتے ہوئے پوچھا تو جواب نفی میں ملا۔

"اچھا تو پھر پیار کرنے کی اجازت تو دے دو گی نا۔" وہ تیزی سے نفی میں سر ہلا گئی۔ تو طلحہ ہنسنے لگے۔

"میں تم سے اجازت مانگوں تب نا مجھے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔"

طلحہ نے اسے یہ بات کہہ کر بلاشبہ بہت معتبر کر دیا تھا۔ وہ اس شخص کے حصار میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کر رہی تھی۔ خدا تعالیٰ کا جس قدر شکر کرتی کم تھا۔

اسے نہ صرف طلحہ کی محبت ملی تھی بلکہ وہ احترام بھی ملا تھا جس کی ہر لڑکی تمنائی ہوتی ہے مگر طلحہ کی باتیں ذہن میں نقش ہو کر رہ گئی تھیں۔ ان باتوں کے معنی کیا تھے۔ وہ پہلے اگر سمجھ پاتی تو شاید ان کے درمیان دو سخت گیر لمحے نہ آتے۔

خیر یہ وقت ان باتوں کے سوچنے کا نہیں تھا۔ کیونکہ طلحہ نے اس کی برستی آنکھوں میں خوشبوؤں کے خواب بھر دیئے تھے۔ اسے اپنے پیار اور توجہ سے مکمل کر دیا تھا۔ پھر طلحہ کے سنگ وہ خوشبوؤں بھرا سفر کرنے چلی تھی۔ جہاں محبت کی حسین وادیوں میں پیار ہی پیار تھا اس کے لیے!!

☆☆☆